دو عُہُود
مصنف
ڈاکٹر اسٹیفن ای۔ جانز
مترجم
ڈاکٹر فیاض انور

دو عُہُود

مصنف

ڈاکٹر اسٹیفن ای۔ جانز

مترجم

ڈاکٹر فیاض انور

ناشرین: وننگ سولز فار کرائسٹ منسٹریز (رجسٹرڈ)

جملہ حقوق بہ حق ناشرین محفوظ ہیں

ناشرین۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ونگ سولز فار کرائسٹ منسٹریز (رجسٹرڈ)
مصنف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ڈاکٹر اسٹیفن ای۔ جانز
مترجم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ڈاکٹر فیاض انور
معاونین۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جینیفر فیاض، زینت فیاض
پروف ریڈنگ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔عرفان ناز، پروفیسر شاہد صدیق گل
نظر ثانی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔روبن جان
کمپوزنگ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پادری ڈاکٹر فیاض انور
تعداد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۲۰۰۰
بار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اوّل

مارچ ۲۰۲۶ء

پتہ: مریم صدیقہ ٹاؤن چن دا قلعہ، گوجرانوالہ
رابطہ: 03007499529,03462448983

انتساب

دادا جان ایلڈر ریپیرانڈتہ کے نام

(مترجم)

فہرست مضامین

		صفحہ
عہدِ قدیم اور عہدِ جدید کا حقیقی امتیاز	ڈاکٹر فنی ایل رشید	05
مفید اور بابرکت سرمایہ	پادری محبوب ناز	07
باب ۱	اچھی اور بُری خبر	08
باب ۲	راست بازی کی راہ	16
باب ۳	جسم اور رُوح	23
باب ۴	چنی ہوئی نسل	30
باب ۵	میراث	37
باب ۶	دو تلواریں	44
	مصنف کے بارے میں	51
	مترجم کے بارے میں	53

عہدِ قدیم اور عہدِ جدید کا حقیقی اِمتیاز

ڈاکٹر اسٹیفن ای۔ جونز کی کتاب دو عُہود (Two Covenants) عہدِ قدیم اور عہدِ جدید کے باہمی تعلق کو نہایت سنجیدہ اور بائبلی بنیادوں پر واضح کرتی ہے۔ مصنف نے نہایت سادہ مگر عمیق انداز میں یہ مرکزی دعویٰ پیش کیا ہے کہ دونوں عہدوں کا بنیادی فرق شریعت میں نہیں بلکہ اُس وعدے کی بنیاد میں ہے جس پر وہ قائم ہیں۔ پرانا عہد انسان کے وعدے اور اُس کی وفاداری پر مبنی تھا، جب کہ نیا عہد خُدا کے اٹل اور کامل وعدے پر استوار ہے۔ یوں مصنف قاری کو یہ سمجھانے کی کوشش کرتا ہے کہ انسانی کمزوری کے مقابل خدا کی وفاداری ہی نجات اور تکمیل کی اصل بنیاد ہے۔

کتاب کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ مصنف شریعت اور فضل کو باہم متضاد نہیں سمجھتا بلکہ اُن کے درمیان ایک ربط اور تسلسل دیکھتا ہے۔ اُس کے مطابق شریعت منسوخ نہیں ہوئی بلکہ نئے عہد میں اُس کی تکمیل اور باطنی صورت ظاہر ہوئی ہے، جہاں خُدا اپنا قانون انسان کے دل پر رقم کرتا ہے۔ اس نقطہ نظر سے شریعت کا کردار منفی نہیں بلکہ تربیتی اور تکمیلی قرار پاتا ہے، جو بالآخر مسیح میں اپنی حقیقی غایت کو پہنچتا ہے۔

مصنف ابرہام کو دیے گئے وعدے کو نئے عہد کی بنیاد قرار دیتا ہے اور کوہِ سینا کے عہد کو ایک تدریجی اور عارضی انتظام کے طور پر دیکھتا ہے۔ اس تناظر میں ایمان کو ہمیشہ سے نجات کا واحد ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ یوں کتاب قاری کو یہ باور کراتی ہے کہ خُدا کا منصوبہ ابتدا ہی سے فضل اور وعدے پر مبنی تھا اور نیا عہد اُس منصوبے کی تکمیل اور اظہار ہے۔

اِس کتاب کی ایک اور اہم جہت اسرائیل اور کلیسیا کے تعلق کی وضاحت ہے۔ مصنف خدا کے منصوبے کو ایک مسلسل اور مربوط منصوبہ سمجھتا ہے جو مختلف ادوار میں مختلف صورتوں میں ظاہر ہوا مگر اُس کا جوہر ایک ہی رہا۔ اِس پہلو سے کتاب قاری کو خُدا کی نجات کی تاریخ کو ایک وحدت کے طور پر دیکھنے کی دعوت دیتی ہے۔

تنقیدی اعتبار سے دیکھا جائے تو بعض تفسیرات روایتی اِنجیلی مکاتبِ فکر کے لیے سوالات پیدا کر سکتی ہیں، خصوصاً وہاں جہاں شریعت اور نئے عہد کے تعلق کو غیر روایتی انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ تاہم یہ اختلافی پہلو کتاب کی علمی اہمیت کو کم نہیں کرتے بلکہ مکالمے اور مزید مطالعے کی راہیں کھولتے ہیں۔

ترجمہ کار ڈاکٹر فیاض انور کا اُردو ترجمہ اِس اعتبار سے نہایت قابلِ قدر ہے کہ آپ نے ایک نسبتاً دقیق

الٰہیاتی موضوع کو اُردُو قارئین کے لیے قابلِ فہم اور قابلِ مطالعہ بنا دیا ہے۔ اِس ترجمے کے ذریعے اُردُو دان حلقہ عہد نامی تعلیم کی گہرائی سے واقف ہوسکتا ہے اور شریعت، فضل، وعدہ اور ایمان کے باہمی تعلق کو بہتر طور پر سمجھ سکتا ہے۔

مجموعی طور پر دو عُہود (Two Covenants) ایک فکری اور رُوحانی طور پر اُبھارنے والی تصنیف ہے جو قاری کو خُدا کے وعدوں کی پائیداری اور اُس کی وفاداری پر کامل اعتماد کی دعوت دیتی ہے۔ یہ کتاب نہ صرف عہد نامہ کی اِلٰہیات کی تفہیم میں معاون ہے بلکہ اِیمان دار کی شخصی اور رُوحانی زِندگی میں بھی ایک مضبوط بنیاد فراہم کرتی ہے۔

میری دُعا ہے کہ خُداوند اِس کتاب کے مطالعہ کو قارئین کے لیے رُوحانی بصیرت اور دِل کی تازگی کا وسیلہ بنائے اور ہمیں اپنے اٹل وعدوں پر مضبوطی سے قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ میری گزارش ہے کہ اس تصنیف کا مطالعہ ضرور کریں تاکہ عہدِ اِلٰہی کی گہرائی اور خُدا کی وفاداری کو نئی رَوشنی میں سمجھ سکیں۔

ڈاکٹر فنی ایل رشید
فیتھ تھیولاجیکل سیمنری، گوجرانولہ، پاکستان

مفید اور بابرکت سرمایہ

نہایت قلبی مسرت اور دلی عقیدت کے ساتھ میں ڈاکٹر فیاض انور کی گراں قدر علمی اور رُوحانی خدمت پر اُنھیں خراج عقیدت پیش کرتا ہوں۔ اُنھوں نے نہایت محنت، اخلاص اور جاں فشانی کیساتھ کتاب ''دوعہود'' کو انگریزی زبان سے خالص اور شستہ اُردُو میں منتقل کر کے ایک قابلِ قدر علمی اور ادبی خدمت سرانجام دی ہے۔ یہ کتاب اپنے اندر گہری علمی بصیرت اور فکری گہرائی سموئے ہوئے ہے جو نہ صرف قاری کے علم میں قابلِ قدر اضافہ کرتی ہے بلکہ بائبل مقدس کی تعلیمات کو بہتر طور پر سمجھنے میں بھی راہنمائی اور آسانی فراہم کرتی ہے۔

یہ امر کسی تعارف کا محتاج نہیں کہ ترجمہ محض الفاظ کی تبدیلی کا نام نہیں بلکہ ایک دقیق اور ذمہ درانہ علمی عمل ہے جس میں مترجم کو اصل متن کی رُوح، مفہوم اور اُس کے پیغام کو پوری دیانت داری کے ساتھ دُوسری زبان میں منتقل کرنا ہوتا ہے۔ مترجم نے اِس ذمے داری کو نہایت تدبر اور علمی بصیرت کے ساتھ نبھایا ہے۔

اُن کی یہ کاوش اِس بات کی روشن دلیل ہے کہ وہ علم وادب سے گہری وابستگی رکھتے ہیں اور خُدا کے کلام کو عام فہم اور قابل رسائی بنانے کے لیے مخلصانہ جذبہ رکھتے ہیں۔ اُردُو زبان میں اِس کتاب کی دستیابی اُن تمام قارئین کے لیے ایک قیمتی تحفہ ہے جو اپنی زبان میں رُوحانی تعلیمات کو بہتر طور پر سمجھنا چاہتے ہیں۔ بلاشبہ ایسی علمی اور دینی خدمات کلیسیاؤں میں فکری بالیدگی اور رُوحانی آگہی کے فروغ کا سبب بنتی ہے۔ مترجم کی یہ محنت آنے والی نسلوں کے لیے بھی ایک مفید اور بابرکت سرمایہ ثابت ہوگی۔

میں خُداوند خُدا کے حضور دُعا گو ہوں کہ وہ اپنے فضل وکرم سے ڈاکٹر فیاض کی اِس خدمت کو شرف قبولیت بخشے اور اُنھیں صحت، سلامتی، حکمت اور مزید خدمت کے موقعوں سے نوازے۔ خُداوند اُن کی زندگی اور خدمات کو دائمی برکتوں سے معمور فرمائے اور اُنھیں علم وخدمت کے اِس سفر میں ہمیشہ کامیاب وکامران کرے۔

اُمید واثق ہے کہ یہ کتاب کلیسیائے پاکستان کی رُوحانی آبیاری کا سبب بنے۔ آمین

بصد احترام وسپاس
پادری محبوب ناز

باب ۱

اچھی اور بُری خبر

انجیل کا لفظی مطلب ''خوش خبری یا اچھی خبر'' ہے۔ اِس خوش خبری کا مرکز یہ ہے کہ مسیح آ چکا ہے اور اُس نے نئے عہد کی توثیق کر دی ہے جو خُدا کی بادشاہی کی قانونی بنیاد ہے۔ یہ تعلیم ہی مسیحیت کی سب سے اساسی بنیادوں میں سے ایک ہے۔

تاہم افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بہت سے لوگ بشمول ماہرینِ علمِ الٰہیات نئے عہد کو صحیح معنوں میں نہیں سمجھتے۔ اِس وجہ سے وہ مسیحیت میں زندگی کو تبدیل کرنے والی نہایت پُر اثر تعلیمات کو شامل کرنے میں ناکام رہتے ہیں جو نئے عہد کی اصل ہیں۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بہت سے مسیحی نئے عہد کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن اصل میں اُن کا ماننا ہے کہ یہ محض پرانے عہد کو دوبارہ سے پیش کرنے کے مترادف ہے۔

دو عہود میں مناسب فرق کرنے میں ناکامی کی وجہ سے بہت سے مسیحی پرانے عہد کے مطابق زندگی گزارتے ہیں، جب کہ اُن کے مطابق وہ نئے عہد کے ماتحت ہیں۔ اِس کی وجہ سے بہت سے مخلص مسیحی مسلسل عدم اکتفا، احساسِ ناکامی اور احساسِ جرم کی وجہ سے پریشان ہیں، اور دُوسرے نئے عہد کو استعمال کرتے ہوئے گناہ کرنے کے حق کا دعویٰ کرتے ہیں تاکہ فضل زیادہ ہو سکے (رومیوں ۶:۱)۔

شریعت کی ماتحتی نہیں

اِن دو عُہُود کو سمجھنے کے لیے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ اِن میں موافقت اور تقابل کیا ہے۔ یقیناً اِن دونوں عُہُود کی کچھ خصوصیات مشترک ہیں، لیکن وہ کچھ اہم وجوہات کی بنا پر ایک دُوسرے سے مختلف بھی ہیں۔ اُن میں شریعت کا ہونا مشترک ہے، کیوں کہ نیا عہد شریعت کو ہمارے دلوں پر لکھتا ہے (عبرانیوں ۸:۱۰)۔ اِس لیے اِس شریعت کو ہرگز باطل نہیں کیا گیا۔ رومیوں ۳:۳۱ میں لکھا ہے:

> ''پس کیا ہم شریعت کو اِیمان سے باطل کرتے ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ شریعت کو قائم رکھتے ہیں۔''

اکثر پولس کی تعلیمات کو غلط سمجھا گیا کہ اُس نے یہ تعلیم دی ہے کہ جب یسوع مسیح نے بنی نوع انسان کے

گناہوں کا کفارہ ادا کیا تو اُس نے شریعت کو منسوخ کر دیا۔ لیکن پولس اُوپر بیان کی گئی آیت میں اُس نظریے کے خلاف احتجاج کرتا ہے۔ یسوع ہمیں شریعت کی ماتحتی سے آزاد کرنے کے لیے قربان ہوا۔ اِس کا کیا مطلب ہے؟ شریعت کے ماتحت ہونا گناہ کے لیے الٰہی سزا کے ماتحت ہونا ہے۔ ۱۔ یوحنا ۳:۴ میں لکھا ہے کہ ''گناہ شرع کی مخالفت ہے'' اور پولس کہتا ہے کہ ''سب نے گناہ کیا'' (رومیوں ۳:۲۳)۔ لہٰذا پوری دُنیا گناہ کی وجہ سے ''خُدا کے سامنے جواب دہ'' اور ''شریعت کے ماتحت'' ہے (رومیوں ۳:۱۹)۔

شریعت کے ماتحت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کسی کے گناہ سے اُس طرح نہیں نمٹا گیا جیسے خُدا چاہتا ہے، یوں شریعت ہر شخص کو مجرم ٹھہراتی ہے۔ لیکن جب یسوع نے صلیب پر جان دے دی، تو شریعت کے تمام تقاضے پورے ہو گئے کیوں کہ اُس کے خون نے ہر قسم کے معاوضے کی ادائیگی کر دی۔

تاہم، شریعت کے دعویٰ سے چھٹکارے کا مطلب کسی کو بھی گناہ کرنے کا جواز نہیں دیتا۔ پولس کہتا ہے کہ ایسا کرنا اُس فضل کو حقیر جاننا ہے جو ہم پر کیا گیا ہے۔ فضل اُن لوگوں کی قانونی حیثیت ہے جن کا معاوضہ ادا ہو چکا ہے۔ اب اُنھیں شریعت سے ڈرنے کی ضرورت نہیں، کیوں کہ اب شریعت کا اُن پر کسی قسم کا دعویٰ نہیں ہے۔ شریعت صرف شریعت کی عدولی کرنے والوں کے لیے دی گئی۔ اِسی لیے پولس ۱۔ تیمتھیس ۱:۸-۹ میں کہتا ہے:

> ''مگر ہم جانتے ہیں کہ شریعت اچھی ہے بشرطیکہ کوئی اُسے شریعت کے طور پر کام میں لائے۔ یعنی یہ سمجھ کر کہ شریعت راست بازوں کے لیے مقرر نہیں ہوئی بلکہ بے شرع اور سرکش لوگوں اور بے دینوں اور گناہ گاروں اور ناپاکوں اور رندوں اور ماں باپ کے قاتلوں اور خونیوں۔''

اگر شریعت ''بے شرع'' اور ''گناہ گاروں'' کے لیے بنائی گئی ہے، تو پھر یہ بے شرع مسیحیوں پر کیسے لاگو ہو سکتی ہے جن کا ایمان ہے کہ وہ گناہ کر سکتے ہیں تا کہ فضل زیادہ ہو سکے؟ یہ بات واضح ہے کہ خُدا بُرے رویے کے لیے اپنے بچوں کی تادیب کرتا ہے (عبرانیوں ۱۲:۵۔۸)۔ لہٰذا مسیحی بھی اُس تنبیہ کی توقع کر سکتے ہیں، اپنے اچھے کاموں کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے بے شرع رویے کی وجہ سے۔ اِس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اپنی نجات کھو دیں گے، بلکہ اِس کی بجائے خُدا اُن سے ایک نابالغ بچے کی مانند برتاو کرتا ہے جس نے ابھی تک فرماں برداری نہیں سیکھی۔

دُوسرے لفظوں میں وہ لوگ جو ''فضل کے ماتحت'' ہیں جب وہ گناہ کرتے ہیں تو وہ تادیب کے ماتحت ہوجاتے ہیں۔ فضل کے ماتحت ہونا اُنھیں شریعت سے مستثنیٰ قرار نہیں دیتا۔ شریعت ابھی تک وہ الٰہی معیار ہے جس تک خُدا کے فرزندوں کو پہنچنا ہے۔

نئے عہد کی ضرورت

جب خُدا نے اسرائیل کو پرانا عہد دیا، تو موسیٰ خود جانتا تھا کہ اسرائیل اُس عہد کے تقاضوں کو پورا کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ دراصل اُسے علم تھا کہ اُس کی وفات کے بعد اسرائیلی اپنے آپ کو بگاڑ لیں گے اور اُن باتوں سے پھر جائیں گے جن کا حکم اُس نے اُنھیں دیا ہے (استثنا ۳۱:۲۹)۔ وہ جانتا تھا کہ پرانا عہد اُن میں سے کسی کو بھی راست باز بنانے میں کامیاب نہ ہوگا۔ کیوں کہ ''سب نے گناہ کیا'' کوئی بھی شخص شریعت کی ماتحتی سے آزاد نہیں ہوسکتا، یہاں تک کہ خود موسیٰ بھی، کیوں کہ اُس کے ایک گناہ نے اُسے وعدہ کی سرزمین میں داخل نہ ہونے دیا۔

اب اگر موسیٰ خود وعدہ کی سرزمین میں داخل نہ ہوا تو پرانا عہد ہم میں سے کسی کو کیا اُمید دے سکتا ہے؟ کسی بھی شخص کے لیے اپنا معاوضہ ادا کرنا ناممکن ہے۔ وہ معاوضہ نا قابل ادائیگی ہے۔ کچھ لوگ شاید اپنے پڑوسیوں کے خلاف کیے گئے گناہوں کا معاوضہ ادا کرنے کے قریب آسکتے ہیں، لیکن آپ اُن گناہوں کے بارے میں کیا کہیں گے جو کسی نے اپنی پوری زندگی خُدا کے خلاف کیے؟ کیا حقیقتاً کسی شخص نے ''ہر ایک خیال کو قید کر کے مسیح کا فرماں بردار بنالیا؟'' اُن میں سے کتنے گناہوں کی سزا موت ہے؟

اِسی وجہ سے نئے عہد نامہ کی ضرورت پیش آئی۔ کیوں کہ کوئی بھی شخص اپنے اعمال کی وجہ سے الٰہی عدالت میں کھڑا ہو کر بے گناہی کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ شریعت سب کو مجرم ٹھہراتی ہے۔ لیکن خوشی کی بات یہ ہے کہ یسوع مسیح نے گناہ کی قیمت ادا کر کے ایک نیا عہد قائم کر دیا ہے تاکہ ہم الٰہی عدالت میں فضل کے وارث ہو سکیں۔

فضل ایک قانونی اصطلاح ہے۔ جب لوگ اپنے مقدمے عدالت میں پیش کرتے ہیں تو قاضی اِس بات کا فیصلہ کرتا ہے کہ کون مجرم ہے اور کون بے قصور ہے۔ بے قصور وہ ہوتا ہے جس پر فضل ہوتا ہے۔ عدالت اُس کے حق میں فیصلہ سنا دیتی ہے۔ فضل کا مطلب ہے کہ عدالت اُس شخص پر کسی قسم کی سزا نہیں دیتی۔ مقدمے

میں دُوسرا شخص جسے مجرم ٹھہرایا جاتا ہے اُس پر سزا کا حکم دیا جاتا ہے جب تک کہ وہ اپنے مدعی کو پورا معاوضہ ادا نہ کر دے۔

احکام اور وعدے

پرانے اور نئے دونوں عہود میں قوانین کو استعمال کیا گیا ہے، لیکن دونوں میں اُن قوانین کو مختلف طرح سے استعمال کیا گیا ہے۔ پرانے عہد میں شریعت پتھر کی تختیوں پر دی گئی۔ نئے عہد میں شریعت انسان کے دلوں پر لکھی جاتی ہے (عبرانیوں ۸:۱۰)۔ دونوں صورتوں میں شریعت قائم رہتی ہے۔ پرانے عہد میں شریعت کو ایک بیرونی نگران کے طور پر لاگو کیا جاتا ہے تاکہ خُدا کے خلاف بغاوت کرنے والوں کو قابو میں رکھا جا سکے۔ نئے عہد میں شریعت کو رُوح القدس کے باطنی عمل کے وسیلہ سے ہمارے دلوں پر لکھا جاتا ہے، تاکہ ہماری فطرت تبدیل ہو جائے اور ہماری عقل نئی ہو اور ہم مسیح کی شبیہ پر ڈھلتے جائیں۔

پرانا عہد جسم کو ضبط میں رکھتا ہے لیکن نیا عہد دلوں کو تبدیل کرتا ہے۔

پرانے عہد میں شریعت احکامات کی ایک فہرست ہے اور اُس میں انسانوں سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ اُن پر عمل کریں، اور اگر وہ پورے طور پر اُن پر عمل کر لیتے ہیں تو شریعت اُن پر الزام نہیں لگاتی۔ مگر مسئلہ یہ ہے کہ کوئی بھی انسان اپنے اعمال کے وسیلے شریعت کے تمام احکامات پر پورے طور پر عمل نہیں کر سکتا۔ اِسی لیے شریعت کسی کو بھی حقیقی معنوں میں فضل عطا نہیں کر سکتی۔

تاہم نئے عہد کے تحت شریعت وعدوں کی ایک فہرست ہے۔ جیسے لکھا ہے، ''تو چوری نہ کرنا'' یہ خُدا کا وعدہ ہے۔ یہ اُس دن کے بارے میں پیشین گوئی کرتا ہے جب ہم چوری نہیں کریں گے۔ جیسے لکھا ہے کہ ''تو لالچ نہ کرنا'' یہ بھی اُس دن کے بارے میں پیشین گوئی ہے جب ہم لالچ نہیں کریں گے۔ نئے عہد کے تحت خُدا رُوح القدس کو بھیجنے کا وعدہ کرتا ہے کہ وہ ہمارے اندر سکونت کرے اور شریعت کو ہمارے دلوں پر لکھے، تاکہ ہم چوری اور لالچ نہ کریں۔

پرانے عہد میں لوگوں کو سزا کے ڈر سے مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ خُدا اور اپنے پڑوسی سے محبت رکھیں۔ یہ عہد ایسا کرانے میں ناکام رہتا ہے کیوں کہ یہ دل کی حیلہ بازی کو حل نہیں کرتا، بلکہ محض انسانوں کی سرکش فطرت کو ایسا کرنے پر مجبور کرتا ہے جو وہ نہیں کرنا چاہتے۔ گویا یہ عہد انسان کو ایسے عمل پر مجبور کرتا ہے جو اُس کی فطری

خواہشات اور رجحانات کے خلاف ہیں۔

اِس کے برعکس نیا عہد ہمارے دلوں کو تبدیل کرتا ہے تاکہ ہم خوشی اور اپنی مرضی سے الٰہی فطرت (جیسے شریعت میں بیان کی گئی ہے) کے مطابق زندگی گزاریں۔

صحائف دو طریقوں کو بیان کرتے ہیں جو راست بازی کی طرف لے کر جاتے ہیں۔ اولاً، راست باز رویہ جو بدن کو قابو میں رکھنے کے وسیلے حاصل ہوتا ہے۔ ثانیاً، انسان کا فطرتاً راست باز بننا جو رُوح القدس کا باطنی عمل ہے۔ اِن دونوں میں سے کوئی بھی طریقہ شریعت کو باطل نہیں کرتا بلکہ ہر ایک طریقہ اُس حتمی مقصد کو حاصل کرنے کا ایک راستہ ہے جس میں ہم شریعت پر چلتے اور خُدا کے ساتھ اتحاد اور یگانگت میں رہتے ہیں۔ کیا ظاہری ضبطِ نفس یہ مقصد حاصل کر سکتا ہے؟ بالکل نہیں۔ صرف رُوح القدس ہی ہمارے دلوں پر شریعت کو لکھ سکتا ہے۔

کون یہ کرنے کا ذمے دار ہے؟

پرانا عہد انسان کے خُدا کے ساتھ کیے گئے وعدے پر مبنی تھا۔ خروج ۱۹:۸ میں لکھا ہے:

''اور سب لوگوں نے مل کر جواب دیا کہ جو کچھ خُداوند نے فرمایا ہے وہ سب ہم کریں گے اور موسیٰ نے لوگوں کا جواب خُداوند کو جا کر سنایا۔''

اِس وعدے کی بنیاد پر خُدا نے اسرائیل سے کہا ''تم ہی میری خاص ملکیت ٹھہرو گے'' (خروج ۱۹:۵)۔ اُس نے مزید کہا کہ ''تم میرے لیے کاہنوں کی ایک مملکت اور ایک مقدس قوم ہو گے'' (خروج ۱۹:۶)۔ اِس وعدے کے طفیل ہی خُدا نے اُنھیں اپنی قوم بنا لیا۔

پھر اسرائیل نے موسیٰ کی قیادت میں چالیس برس بیابان میں گزارے۔ اُس عرصے کے اختتام پر اسرائیلی موآب کے میدانوں میں پہنچے، تاکہ وہ یردن کو پار کر کے وعدے کی سرزمین میں پہنچیں۔ اُس وقت خُدا نے اُن سے ایک نیا عہد باندھا جو اِس سے پیشتر نوح، ابرہام، اضحاق اور یعقوب سے باندھا گیا تھا۔ استثنا ۲۹:۱ میں لکھا ہے:

''اسرائیلیوں کے ساتھ جس عہد کے باندھنے کا حکم خُداوند نے موسیٰ کو موآب کے ملک میں دیا اُسی کی یہ باتیں ہیں۔''

یہ دُوسرا عہد حورب کے پہلے عہد سے مختلف تھا۔ اگرچہ حورب کا عہد انسان کے خُدا کے ساتھ کیے گئے وعدے پر قائم تھا جب کہ دُوسرا عہد خُدا کے انسان کے ساتھ کیے گئے وعدے پر قائم تھا۔ استثنا۲۹: ۱۰-۱۳ میں لکھا ہے:

''آج کے دن تم اور تمھارے سردار اور تمھارے قبیلے اور تمھارے بزرگ اور تمھارے منصب دار اور سب اسرائیلی مرد۔ اور تمھارے بچے اور تمھاری بیویاں اور وہ پردیسی بھی جو تیری خیمہ گاہ میں رہتا ہے خواہ وہ تیرا لکڑ ہارا ہو خواہ سقا سب کے سب خُداوند اپنے خُدا کے سامنے کھڑے ہو۔ تا کہ تو خُداوند اپنے خُدا کے عہد میں جسے وہ تیرے ساتھ آج باندھتا اور اُس کی قسم میں جسے وہ آج تجھ سے کھاتا ہے شامل ہو۔ اور وہ تجھ کو آج کے دن اپنی قوم قرار دے اور وہ تیرا خُدا ہو جیسا اُس نے تجھ سے کہا۔ جیسی اُس نے تیرے باپ دادا ابرہام اور اضحاق اور یعقوب سے قسم کھائی۔''

یہ عہد اسرائیل کو اُس کی ''قسم'' میں لے گیا نہ کہ اُن کی اپنی قسم میں، جیسا کہ اُس نے اُن کے باپ دادا ابرہام اور اضحاق اور یعقوب سے قسم کھائی تھی۔ پس یہ دُوسرا عہد صدیوں پہلے حورب پر باندھے گئے عہد کے نمونے پر تھا۔ خُدا کا ابرہام، اضحاق اور یعقوب سے کیا گیا عہد حکم پر نہیں بلکہ وعدے پر مشتمل تھا۔ ابرہامی عہد میں خُدا نے ابرہام پر گہری نیند بھیجی (پیدایش ۱۵: ۱۲) تا کہ یہ حقیقت آشکارا ہو کہ یہ عہد خُدا کا ابرہام کے ساتھ وعدہ ہے نہ کہ ابرہام کا خُدا کے حضور فرماں برداری کا عہد۔

موآب میں جو دُوسرا عہد باندھا گیا تھا وہ خُدا کا اسرائیل سے وعدہ تھا اور اِسی عہد کے وسیلے اُس نے اُنھیں ملکِ موعود میں داخل کیا۔ پھر یشوع کو مقرر کیا گیا کہ وہ اسرائیل کو وعدے کی سرزمین میں لے کر جائے کیوں کہ وہ مثلِ مسیح اور نئے عہد کا درمیانی تھا۔

اگرچہ پرانا عہد مجموعی طور پر اُس وقت تک قائم رہا جب تک مسیح نے آ کر اُسے نئے عہد سے تبدیل نہ کر دیا، استثنا۲۹ باب میں یہ پیشین گوئی کی گئی ہے کہ خُدا کی بادشاہی کی میراث نئے عہد اور اُس کے درمیانی یسوع مسیح کے بغیر نہیں مل سکتی۔

نیا عہد پیشتر آیا

درحقیقت نیا عہد پرانے عہد سے پہلے قائم کیا گیا تھا۔ واضح طور پر یہ عہد نوح سے قائم کیا گیا جیسا کہ پیدایش ۹:۸-۱۰ میں لکھا ہے:

''اور خُدا نے نوح اور اُس کے بیٹوں سے کہا۔ دیکھو میں خود تم سے اور تمھارے بعد تمھاری نسل سے۔ اور سب جان داروں سے جو تمھارے ساتھ ہیں کیا پرندے کیا چوپائے کیا زمین کے جانور یعنی زمین کے اُن سب جانوروں کے بارے میں جو کشتی سے اُترے عہد کرتا ہوں۔''

پھر خُدا نے اپنے عہد کو گوناگوں صورتوں میں ظاہر کیا سولھویں آیت میں یوں بیان کیا گیا ہے، ''اور کمان بادل میں ہوگی اور میں اُس پر نگاہ کروں گا تا کہ اُس ابدی عہد کو یاد کروں جو خُدا کے اور زمین کے سب طرح کے جان دار کے درمیان ہے۔'' اور سترھویں آیت میں اِس کا اختتام یوں ہوتا ہے:

''پس خُدا نے نوح سے کہا کہ یہ اُس عہد کا نشان ہے جو میں اپنے اور زمین کے کل جان داروں کے درمیان قائم کرتا ہوں۔''

زمین پر کسی بھی انسان اور جان دار کو اِس عہد کو قائم کرنے کے لیے قسم کھانے کی ضرورت نہیں تھی۔ خُدا نے خود اپنے وعدے سے اِس عہد کو قائم کیا۔ اِسی لیے پولس اِس نئے عہد کو ۲۔ کرنتھیوں ۱:۲۰ میں یوں بیان کرتا ہے:

''کیوں کہ خُدا کے جتنے وعدے ہیں وہ سب اُس میں ہاں کے ساتھ ہیں۔ اِسی لیے اُس کے ذریعہ سے آمین بھی ہوئی تا کہ ہمارے وسیلہ سے خُدا کا جلال ظاہر ہو۔''

خُدا وعدہ کرتا ہے (قسم کھانے کے وسیلے) اور انسان محض آمین کہتا ہے۔ ہم صرف خُدا کے ساتھ اتفاق کر سکتے ہیں، کیوں کہ ایسے وعدے نہ انسان کی مرضی پر منحصر ہیں اور نہ ہی انسان کے نیک اعمال کی قدرت پر۔

وعدے کی وسعت

یہ وعدے عالم گیر ہیں جیسا کہ ہم نوح کے ساتھ کیے گئے وعدے میں دیکھتے ہیں۔ موسیٰ کے زمانے میں جب خُدا نے اپنے عہد کی قسم کھائی تو اُس کا وعدہ محض اسرائیل اور اُس کے سرداروں کے ساتھ نہیں تھا بلکہ یہ

وعدہ ''جو آج کے دن خُداوند ہمارے خُدا کے حضور یہاں ہمارے ساتھ کھڑا ہے اور اُس کو بھی جو آج کے دن یہاں ہمارے ساتھ نہیں اُن میں شامل کرتا ہوں'' (استثنا ۲۹:۱۱)۔ یہ لوگ بھی اسرائیلیوں کے ساتھ خُدا کے لوگ تھے۔ دراصل یہ عہد اِس سے بھی وسیع ہے کیوں کہ استثنا ۲۹:۱۴-۱۵ میں لکھا ہے:

''اور میں اِس عہد اور قسم میں فقط تم ہی کو نہیں ۔ پر اُس کو بھی جو آج کے دن خُداوند ہمارے خُدا کے حضور یہاں ہمارے ساتھ کھڑا ہے اور اُس کو بھی جو آج کے دن یہاں ہمارے ساتھ نہیں اُن میں شامل کرتا ہوں۔''

حقیقی معنوں میں اُس دن وہاں دو طرح کے لوگ تھے جن کے ساتھ خُدا نے اپنا عہد باندھا: وہ لوگ جو حاضر تھے اور وہ جو حاضر نہیں تھے۔

اِس میں تمام لوگ شامل تھے۔ اِس عہد کی وسعت بالکل اُس عہد کی مانند تھی جسے خُدا نے نوح کے تحت پوری دُنیا سے باندھا۔ مزید برآں تیرھویں آیت میں موسیٰ ہمیں اِس عہد کے بارے میں بتاتا ہے کہ ''وہ تجھ کو آج کے دن اپنی قوم قرار دے اور وہ تیرا خُدا ہو۔'' خُدا نے قسم کھائی کہ وہ جو حاضر ہیں اور وہ جو حاضر نہیں ہیں اُن سب کو وہ اپنی قوم بنائے گا۔

دُوسرے لفظوں میں نیا عہد صرف نسلی اسرائیلوں تک محدود نہیں تھا۔ اِس میں وہ ''پردیسی'' بھی شامل تھے جو اسرائیلی نہیں تھے۔ وہ سب خُدا کی اُمت کہلائیں گے لیکن وہ سب ایک ساتھ نہیں کہلائیں گے۔ پولس کہتا ہے کہ انسان درحقیقت تب خُدا کی اُمت بنتے ہیں جب وہ خُدا کے وعدوں پر آمین کہتے ہیں۔

نئے عہد کی سب سے نمایاں خوبی یہ ہے کہ یہ خُدا کا وہ عہد، قسم اور وعدہ ہے جو اُس نے ساری دُنیا کے ساتھ کیا ہے۔ نئے عہد کی کامیابی کی بنیاد انسان کی مرضی پر نہیں ہے اور نہ ہی اِس کی بنیاد انسان کی اپنی قسموں کو پورا کرنے کی قابلیت پر ہے جیسا کہ ہم پرانے عہد میں دیکھتے ہیں۔ نیا عہد مکمل طور پر خُدا کی قدرت پر موقوف ہے کہ وہ اپنے وعدوں کو پورا کرے۔ میرا کامل ایمان ہے کہ وہ اپنے اُس وعدے کو پورا کرنے کے قابل ہے جو اُس نے ساری زمین کے ساتھ کیا ہے۔

باب ۲

راست بازی کی راہ

چوں کہ نئے عہد کی بنیاد خُدا کے عہد، قسم اور اُس کے وعدے پر مبنی ہے اِس لیے ہمیں اپنے آپ سے لازمی یہ پوچھنا چاہیے کہ درحقیقت خُدا نے کیا وعدہ کیا تھا؟ یقیناً اگر خُدا نے وعدہ کیا ہے تو وہ اُسے ضرور پورا کرے گا۔ اُس کا وعدہ محض اُس کے اظہار کا بیان نہیں ہے۔ اور نہ ہی یہ خواہشات کی کوئی فہرست تھی کہ اگر لوگ اُس کے وعدے سے متفق ہوتے ہیں تو وہ اُنھیں پورا کرے گا۔ خُدا کبھی بھی وہ وعدہ نہیں کرتا جسے وہ پورا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا، کیوں کہ وہ ہر طرح کی رکاوٹ پر غالب آنے اور اُس پر فتح حاصل کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔

بالفاظ دیگر، خُدا کا وعدہ انسان کی مرضی پر منحصر نہیں ہے، کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو اِس کا انجام یقیناً ناکامی یا محض ادھوری کامیابی ہوتا۔ درحقیقت یہی وجہ ہے کہ پرانا عہد ناکام ہو گیا۔ ایسا اِس لیے ہوا کیوں کہ وہ عہد انسان کی مرضی پر منحصر تھا۔ اگرچہ اسرائیلیوں نے حورب کے مقام پر خلوص نیت سے خُدا کی فرماں برداری کا عہد کیا، لیکن چند ہفتوں بعد ہی وہ سونے کے بچھڑے کی پرستش کرنے لگے۔

احساسِ م سے لے کر خُدا کے ساتھ صلح ۔۔

کتابِ مقدس انسان کی فطرت اور اُس کی اپنے وعدوں کو پورا کرنے کی صلاحیت کے بارے میں ایک مایوس کن تصویر پیش کرتی ہے۔ پرانے عہد میں اسرائیل کو نجات کا وہ منصوبہ دیا گیا جس کی بنیاد انسان کے وعدوں پر تھی۔ حقیقتاً کوئی بھی وعدہ محض اُس وقت ہی اچھا ہوگا جب اُسے پورا کیا جائے گا۔ توڑے گئے وعدوں کا کوئی اجر نہیں دیا جاتا بلکہ وہ منسوخ سمجھے جاتے ہیں اور شریعت کے مطابق وہ سزا اور ملامت کا باعث بنتے ہیں۔

نجات کا کوئی بھی منصوبہ جس کی بنیاد انسان کی مرضی پر ہو وہ ہرگز کامیاب نہیں ہوگا۔ بچپن سے ہی مجھے یہ سکھایا گیا کہ نجات کا جو منصوبہ مجھے دیا گیا ہے وہ میری مرضی اور خُدا کے وعدوں کو پورا کرنے کی میری صلاحیت پر مبنی ہے۔ لیکن جلد ہی میں نے جان لیا کہ قطع نظر اِس بات کے کہ میری نیت کتنی خالص ہے مجھ میں

اپنے وعدوں کو پورا کرنے کی قوت نہیں تھی۔ اِسی سبب سے میں کئی سالوں تک ہر سال اپنی نجات کے لیے دُعا کرتا رہا۔ ہر شب یہ بات مجھ پر آشکارہ ہوتی کہ میں اپنے وعدے کو پورا کرنے میں ناکام رہا ہوں۔ میری ناکامی مجھ پر باور کراتی کہ پچھلی شب مَیں اپنے وعدے کو پورا کرنے میں مخلص نہیں تھا اگر ایسا نہ ہوتا تو میں کبھی بھی گناہ میں نہ گرتا۔ مجھے سکھایا گیا کہ سچے مسیحی پاک اور مقدس ہوتے ہیں۔

آج جب میں پیچھے مڑ کر دیکھتا ہوں تو مجھے احساس ہوتا ہے کہ خُدا نے مجھے اِس تجربے سے گزارا، تاکہ وہ مجھے انسانی فطرت کے بارے میں ایک بنیادی سچائی سکھا سکے۔ ایسا اِس لیے تھا کہ خُدا مجھے دکھائے کہ اگرچہ میری نیت کتنی بھی اچھی کیوں نہ ہو مگر اِس میں وعدوں کو پورا کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ اِس لیے میں سمجھتا تھا کہ ہر روز جب بھی میں گناہ کرتا تھا تو میں اپنی نجات کھو دیتا ہوں، کیوں کہ میں بے خبری میں پرانے عہد کا ماننے والا تھا۔ کیوں کہ کلیسیا نے مجھے اِسی طرح سکھایا تھا۔

لیکن جب میں تیرہ برس کا ہوا تو خُدا نے مجھ پر رحم کیا۔ اُس وقت خُدا میرے دل سے ہم کلام ہوا اور کہا، ''کیا تم یہاں موجود تمام مشنریوں کو دیکھ رہے ہو؟'' (کیوں میرا تعلق ایک مشنری خاندان سے تھا) میں نے کہا، ''جی ہاں۔'' اُس نے کہا، ''وہ بھی کامل نہیں ہیں۔''

یہ وہ وقت تھا جب اِس مکاشفہ کی کرن پہلی بار میرے دل میں چمکی اور میں نے جانا کہ میری نجات میری کاملیت کی وجہ سے نہیں بلکہ خُدا کے فضل کی بدولت ہے۔ اُس دن کے بعد میں نے کبھی بھی اپنی نجات کے بارے میں شک نہیں کیا۔ اِس سے بڑھ کر اِس نے میری زندگی اور میرے رویے کو مکمل طور پر بدل دیا۔ میں نے محسوس کیا کہ اب جب دُوسرے بچے میرے ساتھ برائی کرتے تو مجھے غصہ نہیں آتا تھا اور نہ ہی میں ناراض یا رنجیدہ ہوتا تھا بلکہ میں اپنے حقوق کا جھگڑا کیے بغیر وہاں سے چلا جاتا تھا۔ میری زندگی یکسر تبدیل ہوگئی۔ اِس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ میں کامل بن گیا بلکہ میں نے اپنے اندر ایک نئی قوت کو محسوس کیا، یعنی خُدائی شعور کی ایک ایسی بیداری جو پہلے میری ذات میں نہیں تھی۔

اب جب میں اُن برسوں پر نگاہ کرتا ہوں تو مجھے احساس ہوتا ہے کہ خُدا ہی نے پہل کی تاکہ میرا ایمان پرانے عہد کی بندشوں سے نکل کر نئے عہد کی آزادی میں داخل ہو۔ یہ سادہ سچائی کہ نجات پانے کے لیے انسان کا کامل ہونا ضروری نہیں میرے لیے زندگی کو تبدیل کرنے والا مکاشفہ ثابت ہوئی۔ اِس نے مجھے گناہ کرنے کی آزادی نہیں دی بلکہ ایک عجیب رُوحانی قوت عطا کی جس کے وسیلے میں پہلے سے کہیں زیادہ رُوح کے مطابق

چلنے لگا۔

مکاشفہ کا ادراک

سات سال بعد جب میں مینسوٹا یونیورسٹی کا طالب علم تھا تو میں نے دوبارہ اِس مکاشفے پر غور کیا۔ میں نے ایک مشہور مسیحی مصنف کی کتاب پڑھی جس نے اپنی کتاب میں زور دیا کہ مسیحی نہ صرف پاکیزہ زندگی گزار سکتے ہیں بلکہ وہ کامل بھی ہو سکتے ہیں۔ اُس مصنف نے پرانے اور نئے انسان میں کوئی فرق بیان نہیں کیا اور نہ ہی میں اُس فرق کو سمجھ سکا۔

چناں چہ اگلے ایک مہینے تک میں نے اپنے ہر ایک خیال کو قابو میں لانے اور ہر لمحہ رُوح کی راہنمائی میں چلنے کی کوشش کی۔ لیکن آخر کار میں اِس نتیجہ پر پہنچا کہ ایسا کرنا ناممکن ہے۔ میں اِس نتیجے پر پہنچا کہ جو لوگ اپنے آپ کو کامل سمجھتے ہیں دراصل وہ اپنے دلوں کو بہتر طور پر نہیں جانتے۔ یرمیاہ 17:9 میں لکھا ہے:

''دِل سب چیزوں سے زیادہ حیلہ باز اور لا علاج ہے۔ اُس کو کون دریافت کر سکتا ہے؟''

ایک بار پھر میں نے روایتی مسیحی تعلیم سے منہ موڑ لیا اور خُدا کے حقیقی مکاشفہ کی طرف رجوع کیا۔ لیکن میں ابھی تک اِس بات سے بے خبر تھا کہ میں پرانے اور نئے عہد کے درمیان فرق کو سیکھ رہا ہوں۔

پھر خُدا نے دُوسری تحریروں کے ذریعے ایک اور عظیم سچائی یعنی محسوب کی گئی راست بازی اور شمار کی گئی راست بازی کو مجھ پر آشکارہ کرنا شروع کیا۔ اِس سچائی کو رومیوں کے خط کے چوتھے باب میں بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جہاں یونانی اصطلاح لوگیزومائی (Logizomai) سترہ مرتبہ استعمال کی گئی ہے۔ اس کا ترجمہ کنگ جیمز ورژن میں گنا گیا (inputed) شمار کیا (counted) اور سمجھا گیا (reckoned) ہوا ہے، لیکن یہ سب ایک ہی یونانی لفظ لوگیزومائی سے ماخوذ ہیں۔

میں نے اِس بات کو بھی سیکھا کہ کیسے مارٹن لوتھر کی زندگی یکسر بدل گئی جب اُس نے محسوب کی گئی راست بازی کے بارے میں سیکھا۔ اِس سے پہلے وہ کئی سال تک خُدا کی راست بازی کے حصول کے لیے روزے رکھ کر دُعا کر رہا تھا۔ مگر جب اُسے یہ مکاشفہ حاصل ہوا کہ مسیح کی راست بازی اُس کے حق میں محسوب کی گئی ہے تو اُسے حقیقی تسلی حاصل ہو گئی۔

میں اپنے آپ کو مارٹن لوتھر کے تجربے سے وابستہ کرسکتا تھا، اگرچہ میرا تجربہ اُس سے کافی خفیف تھا۔ تاہم، ہم دونوں پر ایک ہی مکاشفہ منکشف ہوا جہاں پولس نے ابرہام کی مثال کے وسیلے اِسے واضح کیا۔ خُدا نے اُس وقت ابرہام سے کثرت کی اولاد کا وعدہ کیا جب اُس کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ پولس کہتا ہے کہ خُدا اُن چیزوں کو ایسے بلا لیتا ہے جیسے کہ وہ ہیں۔ یہ لوگیز ومائی کا بائبلی مفہوم ہے۔ خُدا اُن چیزوں کو حقیقت شمار کرتا ہے اگرچہ وہ ابھی تک وقوع پذیر نہ بھی ہوئی ہوں۔

راست بازی کے معاملے میں بھی یہی اصول لاگو ہوتا ہے۔ پولس رومیوں ۴:۲۲- ۲۴ میں اِس بات کو جاری رکھتا ہے۔

> ''اِسی سبب سے یہ اُس کے لیے راست بازی گنا گیا۔ اور یہ بات کہ ایمان اُس کے لیے راست بازی گنا گیا نہ صرف اُس کے لیے لکھی گئی۔ بلکہ ہمارے لیے بھی جن کے لیے ایمان راست بازی گنا جائے گا۔''

ایمان خُدا کے اُن وعدوں پر یقین رکھنا ہے جو فی الحال نظر نہیں آتے کیوں کہ وہ ابھی تک پورے نہیں ہوئے۔ جب ہم خُدا کے وعدے پر یقین رکھتے ہیں تو پھر ہمارا ایمان ہمارے لیے راست بازی شمار (logizomai) کیا جاتا ہے۔ یہ راست بازی ابھی تک ہمارے باطن میں قائم نہیں، کیوں کہ خُدا اُن چیزوں کو جو نہیں ہیں ایسے بلا لیتا ہے جیسے وہ ہیں۔ بالفاظ دیگر، الٰہی عدالت میں ہمیں آج ہی راست باز شمار کیا جاتا ہے، چاہے ہم ابھی تک کامل نہیں ہوئے۔

ایسی راست بازی ہماری موجودہ قانونی حالت ہے جو ہمیں الٰہی عدالت کے وسیلے ملی ہے، تاکہ ہم رُوح القدس کی راہنمائی میں آزادانہ طور پر چل سکیں اور ڈر یا احساسِ گناہ کی وجہ سے پیچھے نہ ہٹیں۔ ہمیں راست باز شمار کیا جاتا ہے اگرچہ ہم ابھی تک فضل میں پروان چڑھ رہے ہوتے ہیں۔

آخر کار ہماری محسوب کی گئی راست بازی ہماری حقیقی باطنی راست بازی میں تبدیل ہو جائے گی۔ مسیح کے صلیب پر فسح کی قربانی کے کام نے ہمیں محسوب کی گئی راست بازی سے نوازا، تاکہ ہم دورِ خمسین میں رُوح القدس کی راہنمائی سے فرماں برداری کو سیکھ سکیں۔ اور جب دورِ خیام مکمل ہوگا تو ہم شمار کی گئی راست بازی کے وسیلے پورے طور پر اُس کی صورت اور اُس کی شبیہ پر ڈھلتے جائیں گے۔

یہ وہ مکاشفہ تھا جو مجھے اُس وقت ملا جب میں یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ آخر کار میں نے اُس

حقیقی مکاشفہ کو اُس وقت سمجھ لیا جب میں تیرہ سال کا تھا۔ خُدا نے اپنے کلام کے وسیلے اِس بات کو ثابت کیا کہ وہ مشنریز کیوں نجات یافتہ تھے اگرچہ وہ ابھی تک کامل نہیں تھے۔ وہ ایمان کے وسیلے راست باز شمار کیے گئے تھے۔ یہی بات میرے معاملے میں بھی دُرست ثابت ہوئی اور اِس سے مجھے تسلی اور اطمینان حاصل ہوا۔

نجات کا تجربہ

بہت سے مسیحی اِس حقیت کو نہیں سمجھتے کیوں کہ اُنھیں کبھی اِس کے بارے میں سکھایا ہی نہیں گیا۔ دراصل اگر خُدا نے اِس حقیقت کو مجھ پر آشکارا نہ کیا ہوتا تو شاید میں بھی عمر بھر اِس سے ناواقف ہی رہتا۔ چرچ نے مجھے سکھایا کہ ''کوئی گناہ گار آسمان پر نہیں جائے گا'' اور اگر میں اپنے گناہ کا اقرار کیے بغیر مر جاؤں تو میں جہنم میں جاؤں گا۔ یہ تعلیم لوگوں بالخصوص بچوں پر نہایت بھاری بوجھ ڈالتی۔ میں نے بھی اپنے بچپن میں کئی سال اِس بوجھ کے نیچے زندگی گزاری۔

بہت سے مسیحی بے فائدہ پرانے عہد کے تلے تکلیف اُٹھاتے ہیں، وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ اُن کی نجات کی بنیاد اُن کے خُدا کے ساتھ کیے گئے عہد پر ہے نہ کہ خُدا کے اُن کے ساتھ کیے گئے عہد پر۔ جب کبھی اُن سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو احساسِ جرم اُن پر غالب آ جاتا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ اُنھوں نے اپنی نجات کو کھو دیا ہے۔ ایسے بہت سے لوگ جو اِس دباؤ کو برداشت نہیں کر پاتے تو وہ اِس خیال کو اپنے ذہنوں سے نکال دیتے ہیں۔ کچھ لوگ تو اِس حد تک پہنچ جاتے ہیں کہ اب وہ گناہ یا غیر کاملیت کو پہچان ہی نہیں پاتے۔ اپنے احساسِ جرم سے نمٹنے میں ناکامی کے باعث وہ عدم قبولیت کی کیفیت میں چلے جاتے ہیں۔ اگرچہ یہ خود فریبی بہ ظاہر اُنھیں زندگی کے ساتھ سمجھوتا کرنے میں مدد فراہم کرتی ہے لیکن یہ اُن کے اصل مسئلے کو حل نہیں کرتی اور نہ ہی اُنھیں خُدا کے منصوبے کی سمجھ فراہم کرتی ہے۔

اِس کا حل یہ ہے کہ ہم خُدا کے کلام پر بھروسا رکھیں۔ اُس کا کلام ہمیں خُدا کے وعدوں کے بارے میں بتاتا ہے جو انسان کی مرضی پر نہیں بلکہ خُدا کی مرضی پر موقوف ہیں۔ خُدا جس بات کا متلاشی ہے وہ اُس کے نجات کے وعدے کی تلاش ہے۔ وہ ہماری ''آمین'' کو سننا چاہتا ہے یعنی ہم اُس کے وعدے سے متفق ہوں، تاکہ قربانی کی شریعت (احبار ۱۷:۱-۷) کے مطابق ہم اپنے دلوں پر یسوع کے خون کو لگائیں۔

میں نے دیکھا ہے کہ کچھ ایمان دار فطری طور پر نئے عہد کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں، اگرچہ وہ اِس

عہد کی حقیقت سے ناواقف ہیں۔ وہ خُدا کے وعدے کو قبول کر لیتے ہیں اور احساسِ جرم اُنھیں روک نہیں پاتا۔ وہ اپنی نجات پر شک نہیں کرتے اگرچہ کبھی کبھار وہ خُدا کے جلال کے معیار پر پورے نہیں بھی اترتے۔ ایسے لوگوں کے لیے میں خُدا کا شکر کرتا ہوں، لیکن ایک وقت تھا کہ میں ایسا نہیں تھا۔ مجھے اِس مقام تک پہنچنے میں جہاں میں حقیقی تسلی اور اطمینان کو حاصل کر سکوں کئی سال لگ گئے۔

جب لوگ نجات پاتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ اُنھوں نے مسیح کی پیروی کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ وہ اپنے دل یسوع کو دے دیتے ہیں اور اُس سے التجا کرتے ہیں کہ وہ اُن کا خُداوند اور نجات دہندہ بنے اور اُن کے دلوں میں آئے۔ یہ ایک بہت اچھا عمل ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ سب کو ایسا ہی کرنا چاہیے۔ تاہم کسی نہ کسی وجہ سے کچھ لوگ یہ عمل پرانے عہد کے وعدے کے طور پر کرتے ہیں جب کہ کچھ دُوسرے لوگ اپنی قسموں کو نئے عہد کے تابع کر دیتے ہیں۔ ابتدا میں یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ ہر شخص اِس وعدے کو کیسے نبھاتا ہے مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اِس کے نتائج واضح طور پر سامنے آجاتے ہیں۔

اگر کوئی شخص اپنے دل میں گناہ کا بوجھ اور خوف لیے ہوئے زندگی گزارتا ہے تو اِس کا سبب یہ ہے کہ اُس نے اپنی نجات کو اپنے وعدے اور اُسے پورا کرنے کی اپنی طاقت پر مبنی سمجھا ہوا ہے۔ اگر کوئی شخص حقیقت میں گناہ کے احساس اور خوف سے آزاد ہو جاتا ہے تو اِس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی نجات کی بنیاد خُدا کے وعدے اور مسیح کے صلیب پر کیے گئے کام پر رکھتا ہے، نہ کہ اپنے وعدے یا اپنی کوشش پر کہ وہ ہمیشہ مسیح کی پیروی کرے گا۔

جب کوئی شخص کہتا ہے کہ ''میں نجات حاصل کر چکا ہوں کیوں کہ میں نے یسوع کو اپنا شخصی نجات دہندہ قبول کر لیا ہے،'' تو اِس جملے کا مطلب مختلف لوگوں کے نزدیک مختلف ہو سکتا ہے۔ اگر ایسا کہنے سے اُس شخص کا مطلب یہ ہے کہ اُس کی نجات اور یسوع کی پیروی کرنا اُس کی اپنی مرضی اور اپنے وعدے پر منحصر ہے، تو وہ پرانے عہد کا ماننے والا ہے۔ لیکن اگر اُس کا مطلب یہ ہے کہ وہ خُدا کے وعدے کے ساتھ متفق ہے تو وہ مضبوط بنیاد پر قائم ہے۔

کیوں کہ یسوع نے گناہ کے کفارے کے لیے اپنی جان دی اِس لیے قربانی کی شریعت ہمیں نجات کے بنیادی اصولوں کے بارے میں سکھاتی ہے۔ احبار ۱۷:۱-۷ میں ہم دیکھتے ہیں کہ قربانی کا عمل دو مراحل پر مشتمل تھا۔ اولاً، جانور کو قربان کیا جاتا تھا۔ ثانیاً، قربانی کا خون قربان گاہ پر لگایا جاتا تھا۔ یہ دونوں عمل نہایت لازمی تھے۔ شریعت کے مطابق اگر کوئی شخص دُوسرے مرحلے کو پورا نہ کرے تو ''وہ شخص اپنے لوگوں میں سے کاٹ دیا

جاتا۔'' بالفاظ دیگر، قربان کیا گیا جانور محض ایک مردہ جانور بن جاتا، اِس لیے وہ بادشاہی کا حصہ نہیں رہتا تھا۔

مسیح کی صلیب پر قربانی پہلا مرحلہ تھا۔ اُس کا خون ہمارے دلوں کی قربان گاہ پر لگانا دُوسرا مرحلہ ہے۔ مسیح کی صلیبی موت نے خُدا کے ازلی وعدے کو پورا کیا اور یہ اِس میں انسان کی خواہش یا اُس کے ارادے کا کوئی دخل نہیں تھا۔ دُوسرا مرحلہ اگرچہ پہلے مرحلے کے ماتحت ہے لیکن یہ پہلے مرحلے جتنا ہی ضروری ہے، کیوں کہ اِس میں انسان کی مرضی شامل ہے اور یہ خُدا کے ساتھ متفق ہونے کو ظاہر کرتا ہے اور بہ طور فردِ واحد اُسے ہمارے لیے قابلِ اطلاق بناتا ہے۔

دُوسرے لفظوں میں کوئی بھی شخص اُس وقت تک نجات حاصل نہیں کر سکتا جب تک وہ مسیح کے خون کو اپنے دل پر نہ لگائے۔ صرف قربانی کو قربان کر دینا کسی کو نجات نہیں دے سکتا۔

اکثر یہ بات کم لوگ ہی سمجھتے ہیں کہ انسان کی خواہش یا اُس کا ارادہ خُدا کے وعدے کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتا۔

باب ۳

جسم اور رُوح

پولس گلتیوں ۴:۲۲-۲۶ میں سارہ اور ہاجرہ کا دو عہدوں سے موازنہ کرتا ہے۔ ہاجرہ ایک لونڈی تھی جب کہ سارہ ایک آزاد عورت تھی۔ دونوں عورتوں کا ایک ایک بیٹا تھا جو ابرہام سے پیدا ہوا۔ پولس کہتا ہے کہ اسمٰعیل ''جسمانی طور پر'' پیدا ہوا یعنی اُس فطری طریقے سے جیسے سبھی لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ تاہم اضحاق ''وعدہ کے سبب سے پیدا ہوا'' اور وہ ''وعدے کا فرزند'' تھا۔

یہ دونوں عورتیں اور اُن کے بیٹے دو عہود کی علامت ہیں۔ یقیناً ہمیں دونوں میں سے کسی کو بھی کم تر نہیں سمجھنا چاہیے، لیکن ہمیں ضرور اُس سچائی پر غور کرنا چاہیے جو خُدا ہمیں دکھانا چاہتا ہے۔

جسم کے فرزند

ہم سب ایک جسمانی باپ کے وسیلے پیدا ہوئے اور اپنی ماں کے ذریعے اِس دُنیا میں آئے۔ ابرہام، اسرائیل، داؤد اور یسعیاہ حتیٰ کہ یسوع کے شاگرد سب کے سب جسم کے مطابق پیدا ہوئے۔ آدم خود بہ طور ''خدا کا بیٹا'' (لوقا ۳:۳۸) پیدا ہوا اور گناہ میں گرنے کے سبب سے جسمانی بن گیا اور اُس کے بعد وہ صرف جسم کے مطابق ہی اولاد پیدا کر سکتا تھا۔

لیکن یسوع وعدے کے مطابق پیدا ہوا اور وہ خُدا کا اکلوتا بیٹا ہے جس کا باپ آسمانی ہے۔ رُوح القدس کی قدرت کے وسیلے کنواری مریم سے پیدا ہونے کی وجہ سے وہ منفرد ہے۔ مزید برآں یوحنا ۱:۱۲ میں لکھا ہے:

> ''لیکن جتنوں نے اُسے قبول کیا اُس نے اُنھیں خُدا کے فرزند بننے کا حق بخشا یعنی اُنھیں جو اُس کے نام پر ایمان لاتے ہیں۔ وہ نہ خون سے نہ جسم کی خواہش سے نہ انسان کے ارادہ سے بلکہ خُدا سے پیدا ہوئے۔''

جیسے یسوع رُوح کے وسیلے پیدا ہوا ویسے ہی ہم بھی رُوحانی طور پر پیدا ہو سکتے ہیں۔ یوحنا کہتا ہے کہ ہمیں جسم کے فرزند رہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ لوگ جو یسوع کو مسیح اور نئے عہد کے درمیانی کے طور پر مانتے ہیں اُن کو یہ حق بخشا گیا ہے کہ وہ خُدا کے فرزند کہلائیں بالکل جیسے مسیح خُدا کا بیٹا تھا۔ لیکن، ہم میں اور

یسوع میں بنیادی فرق یہ ہے کہ ہم لے پالک ہونے کی وجہ سے خُدا کے فرزند بنتے ہیں کیوں کہ ہم پہلے سے ہی جسمانی طور پر پیدا ہوئے ہیں۔ کوئی بھی انسان جو جسمانی والدین کے وسیلے فطری طور پر پیدا ہوا ہے وہ خُدا کا بیٹا نہیں کہلا سکتا۔

تاہم ہمارے لیے خُدا کا فرزند بننا ایک دُوسرا جنم ہے، ہمیں ضرور رُوح کے وسیلے نئے سرے سے پیدا ہونا چاہیے۔

پرانا عہد جو ہاجرہ کی نمائندگی کرتا ہے وہ صرف جسمانی فرزند ہی پیدا کر سکتا ہے۔ ہاجرہ کی نظر میں اُس کا بیٹا ہی چنا ہوا اور وعدے کا فرزند تھا۔ دُوسرے لفظوں میں پرانے عہد نے جسمانی نسل کو ہی خُدا کے چنے ہوئے لوگ قرار دیا۔ یہ امر محض بنی اسرائیل کی جسمانی اولاد تک محدود نہیں بلکہ اِس میں وہ سب لوگ بھی شامل ہیں جو فطری طریقے سے اِس دُنیا میں آئے، کیوں کہ اسرائیلیوں کے درمیان ایک ''ملی جلی بھیڑ'' بھی شامل تھی (خروج ۱۲:۳۸)، جتنے بھی لوگ جو حورب میں پرانے عہد کے تحت آئے اُنھوں نے فرماں برداری کا عہد کیا۔

نسل اور قومیت کے قطع نظر اُن سب لوگوں میں یہ بات مشترک تھی کہ وہ جسم کے مطابق پیدا ہوئے۔ یوں پرانے عہد نے اُن کو اِس بنیاد پر ''چنا'' کہ وہ خُدا کے ساتھ کیے گئے وعدے کو پورا کر کے نجات حاصل کر سکتے ہیں، بالکل جیسے ہاجرہ نے اپنے بیٹے اسمٰعیل کو چنا ہوا اور وعدے کا فرزند سمجھا۔

اصل مسئلہ یہ تھا کہ یہ خُدا کی مرضی نہیں تھی۔ بالکل جیسے اسمٰعیل اپنی جسمانی پیدایش کو تبدیل کر کے وعدے کا فرزند نہیں بن سکتا تھا اُسی طرح کوئی بھی جسم کا فرزند فطری پیدایش کے وسیلے وعدے کا فرزند نہیں بن سکتا۔ جسم خُدا کے ساتھ کیے گئے وعدے کو پورا کرنے کی جتنی بھی کوشش کرے آخر کار وہ ناکام ہوگا۔

متبادل راستہ

لہٰذا چنے جانے کا طریقہ لازماً کسی اور طرح سے ہونا چاہیے۔ یہ طریقہ نئے عہد میں ظاہر کیا گیا ہے، جس کی بنیاد خُدا کے وعدوں پر ہے۔ استثنا ۲۹:۱۰-۱۵ میں خُدا نے جو عہد سب لوگوں کے ساتھ باندھا وہ عہد اُسی نمونے پر تھا جو اُس نے ابرہام، اضحاق اور یعقوب (اور دوسروں) کے ساتھ باندھا تھا۔ چنا جانا خُدا کی مرضی کے وسیلے سے تھا جیسا کہ ہم یعقوب اور عیسو کی مثال میں دیکھتے ہیں۔ رومیوں ۹:۱۰-۱۳ میں لکھا ہے:

''اور صرف یہی نہیں بلکہ ربقہ بھی ایک شخص یعنی ہمارے باپ اضحاق سے حاملہ ہوئی تھی۔ اور ابھی تک نہ تو لڑکے پیدا ہوئے تھے اور نہ اُنھوں نے نیکی یا بدی کی تھی کہ اُس سے کہا گیا کہ بڑا چھوٹے کی خدمت کرے گا۔ تا کہ خُدا کا ارادہ جو برگزیدگی پر موقوف ہے اعمال پر مبنی نہ ٹھہرے بلکہ بلانے والے پر۔ چناں چہ لکھا ہے کہ میں نے یعقوب سے تو محبت کی مگر عیسو سے نفرت۔''

اکثر اِس بات کو غلط سمجھا جاتا ہے، کیوں کہ جسمانی فرزند ابھی تک چاہتے ہیں کہ خُدا جسم کے مطابق پیدا ہونے والوں کو چنے۔ اِس لیے وہ پولس کے اِس بیان کی تشریح یوں کرتے ہیں کہ خُدا نے جسمانی فرزند عیسو کو ردّ کر کے جسمانی فرزند یعقوب کو چن لیا۔ مگر یہ تشریح مسئلے کا حل نہیں ہے کیوں کہ یہ پرانے عہد کے اُس نظریے کو برقرار رکھتی ہے کہ جسمانی فرزند ہی چنے ہوئے ہیں۔ دراصل یہ اِس بات کو تقویت دیتی ہے کہ ''میرا جسم تمہارے جسم سے بہتر ہے۔''

اگر ہم چند آیات پیچھے جائیں تو واضح ہو جاتا ہے کہ دراصل پولس کیا کہنا چاہتا تھا۔ رومیوں ۹:۶-۸ میں لکھا ہے:

''لیکن یہ بات نہیں کہ خُدا کا کلام باطل ہو گیا۔ اِس لیے کہ جو اسرائیل کی اولاد ہیں وہ سب اسرائیلی نہیں۔ اور نہ ابرہام کی نسل ہونے کے سبب سے سب فرزند ٹھہرے بلکہ یہ لکھا ہے کہ اضحاق ہی سے تیری نسل کہلائے گی۔ یعنی جسمانی فرزند خُدا کے فرزند نہیں بلکہ وعدہ کے فرزند نسل گنے جاتے ہیں۔''

چناں چہ پولس آٹھویں آیت میں اِس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ ایسا ہرگز نہیں کہ جسمانی اضحاق چنا گیا اور جسمانی اسمٰعیل کو ردّ کیا گیا بلکہ اِس کے برعکس وہ کہتا ہے ''جسمانی فرزند خُدا کے فرزند نہیں بلکہ وعدہ کے فرزند نسل گنے جاتے ہیں۔'' دُوسرے لفظوں میں اضحاق اور اسمٰعیل کی کہانی ایک تمثیل ہے جیسا کہ پولس نے گلتیوں ۴:۲۴ میں کہا۔ حقیقت یہ ہے کہ اضحاق کی پیدایش اِس تمثیل کے معنی واضح کرتی ہے جب اُس کے باپ کی عمر سو برس تھی تو وہ مافوق الفطرت طریقے سے پیدا ہوا۔ اگرچہ اضحاق فطری طور پر اپنے ماں باپ سے پیدا ہوا، مگر اُس کی پیدایش خُدا کے مافوق الفطرت عمل کا نتیجہ تھا تا کہ ''وعدے کے فرزندوں'' کی پیدایش کو ظاہر کیا جا سکے۔

دراصل اضحاق رُوح القدس کے وسیلے پیدا نہیں ہوسکتا تھا، کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو پھر یسوع ''اکلوتا'' بیٹا نہیں بن سکتا تھا۔ یوں خُدا کے دو بیٹے ہوتے جو اُس کے وسیلے پیدا ہوئے تھے۔ لہٰذا کلامِ مقدس اِس سچائی کو تمثیلی انداز میں پیش کرتا ہے تا کہ مسیح کی کنواری سے پیدائش کی نسبت سے ہمیں خُدا سے پیدا ہونے کے اصول کو سکھایا جائے۔

یہ اُصول ظاہر کرتا ہے کہ جسم کے تمام فرزند پرانے عہد کے تحت ہیں، کیوں کہ از روئے تمثیل وہ ہاجرہ کی نسل ہیں۔ اِس کے برعکس اِس تمثیل کے مطابق خُدا کے فرزند نئے عہد کے ماتحت ہیں اور وہ سارہ کی نسل سے ہیں۔ اِن کے بارے میں پولس گلتیوں ۴: ۲۸ میں کہتا ہے:

پس اے بھائیو! ہم اضحاق کی طرح وعدہ کے فرزند ہیں۔''

پولس یہ نہیں کہہ رہا تھا کہ گلتیوں کے لوگ جسمانی اعتبار سے اضحاق کی نسل سے ہیں، بلکہ وہ یہ کہہ رہا تھا کہ مسیح جو کہ نئے عہد کا درمیانی ہے اُس پر ایمان لانا اُنھیں اضحاق کی مانند بناتا ہے۔ اُن کا ''وعدے کا فرزند'' ہونا جسم کے وسیلے نہیں بلکہ رُوح کے وسیلے ہے جس نے مسیح کو اُن کے اندر پیدا کیا۔

جسم کے فرزندوں کو نکال دو

پولس گلتیوں ۴: ۳۰، ۳۱ میں اپنے بیان کا خلاصہ پیش کرتا ہے:

''مگر کتاب مقدس کیا کہتی ہے؟ یہ کہ لونڈی اور اُس کے بیٹے کو نکال دے کیوں کہ لونڈی کا بیٹا آزاد کے بیٹے کے ساتھ ہرگز وارث نہ ہوگا۔ پس اے بھائیو! ہم لونڈی کے فرزند نہیں بلکہ آزاد کے ہیں۔''

پولس گلتیوں کے ایمان داروں کو تنبیہ کرتا ہے کہ وہ یہودیت کی جانب رجوع کر کے دوبارہ پرانے عہد کے ماتحت نہ جائیں۔ گلتیوں ۵: ۱ میں وہ کہتا ہے:

''مسیح نے ہمیں آزاد رہنے کے لیے آزاد کیا ہے پس قائم رہو اور دوبارہ غلامی کے جوئے میں نہ جتو۔''

اِس غلامی کی حقیقت اِس اَمر سے آشکارا ہوتی ہے کہ پرانے عہد کے تحت لوگوں پر لازم تھا کہ وہ نجات حاصل کرنے کے لیے فرماں برداری کا عہد کریں۔ اگرچہ یہ عہد بھلا اور خُدا کی پیروی کی خواہش کا اظہار ہے

لیکن اِس کا اختتام ہمیشہ ناکامی پر ہوتا۔

عہد کا وعدہ انسان پر ذمے داری کو عائد کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے وعدے کو پورا کر سکتا ہے تو وہ اُس غلامی پر غالب آ سکتا ہے۔ مگر یسوع کے سوا کوئی بھی انسان شریعت پر پوری طرح عمل نہیں کر سکا۔ باقی ہم سب جو اپنے عہد (یا اپنے باپ دادا کے عہد) پر انحصار کرتے ہیں اپنی نافرمانی کے سبب سے شریعت کے غلام بن گئے۔ اِس لیے پرانا عہد صرف غلامی ہی پیدا کرتا ہے۔

کیا پرانا عہد خُدا کے وعدے کو باطل کر سکتا ہے؟

نیا عہد ہمیں ایک الگ راہ دکھاتا ہے۔ خُدا نے اپنی مرضی سے عہد کیا کہ وہ ہمیں اپنے لوگ بنائے گا یعنی وہ ہمیں نجات دے گا۔ کلامِ مقدس میں پہلی بار ''عہد'' کا لفظ نوح کے زمانے میں ملتا ہے جہاں خُدا نے پوری زمین کے ساتھ عہد باندھا۔ اگرچہ یہ عہد نوح کو اِس لیے دیا گیا تا کہ آنے والی نسلیں اُس کے بارے میں جان سکیں، مگر اِس کے بدلے میں نوح سے کسی بات کا تقاضا نہیں کیا گیا۔ دراصل زمین سے کسی بھی قسم کے عہد کو لینے کی ضرورت نہیں تھی۔ خُدا نے خود پوری زمین کو بچانے کا ذمہ لے لیا۔

یہی بات اُس وقت بھی صادق آئی جب خُدا نے اسرائیل اور اُن کے درمیان موجود پردیسیوں اور اُن سب سے جو وہاں موجود نہیں تھے دُوسرا عہد باندھا (استثنا ۲۹:۱۰-۱۵)۔ خُدا نے عہد کیا کہ وہ اُس کے لوگ ہوں گے اور وہ اُن کا خُدا ہوگا اور یہ عہد کسی بھی انسانی ردِعمل سے بالاتر تھا۔ خُدا نے اِس کو پورا کرنے کی پوری ذمے داری اپنے اُوپر لے لی۔ جن لوگوں نے اِس وعدے کو سنا شاید وہ حیرت سے ایک دُوسرے کی طرف دیکھ کر کہنے لگے، ''وہ یہ کیسے کرے گا جب کہ میرا بدن مکمل طور پر فرماں برداری کے قابل نہیں ہے؟ کیا وہ میری جسمانی خواہش پر غالب آ سکتا ہے؟ کیا وہ واقعی مجھے اور ہم سب کو تبدیل کر کے اپنے لوگ بنا سکتا ہے؟''

اِس کا جواب ہے جی ہاں۔ خُدا ہمارے بدنوں سے زیادہ زورآور ہے۔ اُس کی مرضی انسان کی مرضی سے بالاتر ہے۔ وہ قادرِ مطلق ہے۔ وہ حکمت کا مبدا ہے اور وہ جانتا ہے کہ اِسے کیسے سرانجام دینا ہے وہ جانتا ہے کہ انسانی مرضی کی مخالفت اور بغاوت پر کیسے غالب آنا ہے۔ اُس کے وعدے کا سرچشمہ اُس کی محبت ہے۔ اگرچہ بہت سے لوگ (یہاں تک کہ بہت سے مسیحی بھی) اِس بات پر یقین نہیں کرتے کہ خُدا اپنے وعدے کو پورا کرنے کی قدرت رکھتا ہے، پھر بھی اُن لوگوں کا شک اور اُن کے ایمان کی کمی خُدا کے وعدے کو باطل نہیں کر

سکتی۔

نفسانی مذہب انسانی کوشش اور ارادے کے وسیلے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر اِس طریقے سے راست بازی کا حصول ممکن نہیں ہے۔ عبرانی تصور میں راست بازی کی بنیاد کسی کے اپنے وعدے اور قول وقرار کو پورا کرنے پر ہے۔ ہمارے پرانے عہد کے وعدے ہمیشہ ناکام رہتے ہیں، کیوں کہ جسم ہماری نیک خواہشات کو انجام دینے سے قاصر ہے۔ لیکن خُدا راست باز ہے، کیوں کہ اُس کا نئے عہد کا وعدہ محض نیک خواہشات سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اور جو کچھ وہ کہتا ہے وہ اُس کو پورا کرنے پر قادر ہے۔

جی ہاں، وہ پوری دُنیا کو بچائے گا، کیوں کہ یہی وجہ تھی کہ یسوع نے صلیب پر اپنی جان دی (۱۔ یوحنا ۲:۲)۔ لیکن یہ ایک مقررہ وقت پر الٰہی منصوبے کے مطابق ہوگا جس کی پیشین گوئی شریعت، نبیوں، مزامیر اور نئے عہد نامے میں کی گئی۔ پرانا عہد خُدا کے وعدے کو باطل کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ پولس گلتیوں ۳:۱۷ میں لکھتا ہے:

> ''میرا یہ مطلب ہے کہ جس عہد کی خُدا نے پہلے سے تصدیق کی تھی اُس کو شریعت چار سو تیس برس کے بعد (ابرہام سے وعدہ کے بعد) آ کر باطل نہیں کر سکتی کہ وہ وعدہ لاحاصل ہو۔ کیوں کہ اگر میراث شریعت کے سبب سے ملی ہے تو وعدہ کے سبب سے نہ ہوئی مگر ابرہام کو خُدا نے وعدہ ہی کی راہ بخشی۔''

پولس ہمیں بتاتا ہے کہ ابرہامی عہد جو نیا عہد ہے وہ موسیٰ کے تحت دیئے گئے عہد سے چار سو تیس سال پہلے دیا گیا تھا۔ یوں نیا عہد زمانی اعتبار سے پرانے عہد سے پہلے موجود تھا۔ ابرہام کے ساتھ کیا گیا پہلا عہد موسیٰ کے ساتھ کیے گئے عہد (خروج ۱۹ میں) سے مقدم تھا۔ سابق عہد پہلے عہد کو باطل نہیں کر سکتا۔

اِس لیے وہ وعدہ جو خُدا نے انسان کی مرضی کے بغیر ہمارے پیدا ہونے سے پہلے کیا ہمارے اُن پرانے عہد کے وعدوں کی ناکامی سے باطل نہیں ہوسکتا جو ہم نے بعد میں باندھے۔

الٰہی عدالت کی حدود

بہت سے لوگ پرانے عہد کو نئے عہد پر فوقیت دیتے ہیں۔ اُن کا خیال ہے کہ خُدا کے خلاف انسان کی بغاوت اور گناہ خُدا کو انسانوں کی ایک بڑی اکثریت کو نجات دینے سے روک دے گی۔ وہ اِس کی یہ دلیل

دیتے ہیں کہ بیشتر انسان یسوع مسیح پر ایمان لائے بغیر مر جاتے ہیں۔لیکن کیا موت خُدا کے وعدے کو ناکام بنا سکتی ہے۔

ایسے نظریات میں یہ تصور کیا جاتا ہے کہ موت کے ساتھ ہی سب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔وہ عبرانیوں ۹:۲۷ کا حوالہ دیتے ہیں ''اور جس طرح آدمیوں کے لیے ایک بار مرنا اور اُس کے بعد عدالت کا ہونا مقرر ہے۔'' اور پھر وہ اِس کا یہ مطلب نکالتے ہیں کہ یہ مقررہ مہلت کا اختتام ہے۔لیکن یہ آیت ہرگز یہ نہیں کہتی کہ موت نجات کے لیے آخری الٰہی حد ہے۔

بڑے سفید تخت کی عدالت وہ جگہ ہے جہاں بنی نوع انسان کی بڑی تعداد پر خُدا اور مسیح کے مکاشفہ کا انکشاف ہوگا۔یہ حقیقت ہے کہ اُن کا فیصلہ اُن کے اعمال کے مطابق کیا جائے گا (مکاشفہ ۲۰:۱۲)،لیکن یہاں اختتام نہیں ہوتا۔موت اِس بات کی ضمانت نہیں کہ خُدا اپنے وعدے کو پورا کرنے میں ناکام ہو گیا۔اِس کے برعکس خُدا عدالت کو اِس لیے استعمال کرتا ہے کہ وہ سب کچھ بحال کرے اور گناہ گاروں کو اپنی راہوں کی تعلیم دے۔

یسعیاہ ۲۶:۹ میں لکھا ہے،'' کیوں کہ جب تیری عدالت زمین پر جاری ہے تو دُنیا کے باشندے صداقت سیکھتے ہیں۔'' آگ کی جھیل کوئی جلتا ہوا گڑھا نہیں بلکہ ''آتشی شریعت'' (استثنا ۳۳:۲) ہے۔شریعت تشدد یا اذیت کا حکم نہیں دیتی بلکہ معاوضے یا بدلے کا اصول قائم کرتی ہے اور ہر ایک گناہ کا فیصلہ ایک پیمانے اور معیار کے مطابق کیا جاتا ہے،'' آنکھ کے بدلے آنکھ۔دانت کے بدلے دانت'' (خروج ۲۱:۲۴)۔کوئی انسان اتنا گناہ نہیں کر سکتا کہ وہ ہمیشہ نہ ختم ہونے والی سزا کا مستحق ٹھہرے۔اِس کے برعکس شریعت عدالت کے لیے حدود مقرر کرتی ہے۔

باب ۴

چنی ہوئی نسل

نئے عہد کے ''چنے ہوئے'' لوگ وہ ہیں جو کلامِ مقدس کے بیج کی وساطت سے رُوح القدس کے وسیلے خُدا سے پیدا ہوئے ہیں۔ یہ پرانے عہد کے چنے ہوئے لوگوں سے بالکل مختلف ہیں جو محض انسانوں سے پیدا ہوئے تھے۔

پطرس کی گواہی

پولس، پطرس اور یوحنا اِس فرق کو بہ خوبی جانتے تھے لیکن کچھ وجوہات کی بنا پر آج بہت سے مسیحی اِس بات کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔

ا۔پطرس ۱:۲۲ میں لکھا ہے:

> ''چوں کہ تم نے حق کی تابع داری سے اپنے دلوں کو پاک کیا ہے جس سے بھائیوں کی بے ریا محبت (اگاپے) پیدا ہوئی اِس لیے دِل وجان سے آپس میں بہت محبت رکھو۔''

ایسا کیوں ہے؟ ہم خُدا کی محبت یعنی اگاپے محبت کو کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟

> ''کیوں کہ تم فانی تخم سے نہیں بلکہ غیر فانی (جاودانی) سے خُدا کے کلام کے وسیلہ سے جو زندہ اور قائم ہے نئے سرے (یونانی : اناجناؤ/ anagennao ''دوبارہ پیدا ہونا'') سے پیدا ہوئے ہو۔

پطرس پیدائش کے بارے میں نہیں بلکہ ولادت کے بارے میں بات کر رہا تھا۔ ''تخم'' پیدا ہونے کے لیے نہیں بلکہ حاملہ کرنے کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ یونانی لفظ جناؤ (gennao) کے معنی سیاق وسباق کے مطابق تبدیل ہو سکتے ہیں۔ جب یہ لفظ مرد کے لیے استعمال ہوتا ہے تو اِس کا مطلب ''پیدا کرنا'' ہوتا ہے اور جب یہ لفظ عورت کے لیے استعمال ہوتا ہے تو اِس سے مراد ''جنم دینا'' ہوتا ہے۔ یہاں پطرس جس تخم کی بات کر رہا ہے وہ پیدا کرتا ہے۔

غیر فانی تخم ''خُدا کا زندہ اور قائم کلام ہے۔'' اِس کا موازنہ اُس فانی تخم سے کیا گیا ہے جس کے وسیلے ہم

اپنے زمینی باپوں کے ذریعے پیدا ہوئے۔ فانی تخم چاہے یہ کتنی بھی محبت سے سرشار ہو یہ فقط جسمانی اولاد کو جنم دے سکتا ہے جو اپنے اجداد کی مانند فنا کے قبضے میں ہے۔ اِس کے برعکس پطرس کہتا ہے کہ ایمان دار دُوسری مرتبہ غیر فانی تخم سے پیدا ہوئے ہیں جو کہ خُدا کا کلام ہے۔

دونوں تخم میں فرق کو ہم مزید واضح طور پر ا۔پطرس ۱:۲۴، ۲۵ میں دیکھتے ہیں۔

> چناں چہ ہر بشر گھاس کی مانند ہے اور اُس کی ساری شان وشوکت گھاس کے پھول کی مانند۔ گھاس تو سوکھ جاتی ہے اور پھول گر جاتا ہے۔ لیکن خُداوند کا کلام ابدتک قائم رہے گا۔ یہ وہی خوش خبری کا کلام ہے جو تمہیں سنایا گیا تھا۔''

جسمانی فرزند فانی تخم سے پیدا ہوئے ہیں اور وہ گھاس اور اُس کے پھول کی مانند ہیں۔ اگر چہ گھاس فائدہ مند ہوسکتی ہے لیکن وہ سوکھ جاتی ہے۔ پھول خوب صورت ہو سکتے ہیں لیکن وہ بہت تھوڑی دیر میں مرجھا جاتے ہیں۔ اِسی طرح جسمانی فرزند چاہے وہ کتنے بھی خوب صورت کیوں نہ ہوں آخر کار وہ گھاس اور پھولوں کی مانند مرجھا جائیں گے۔ لیکن رُوحانی فرزند جو کلام کے زندہ تخم سے پیدا ہوئے ہیں ہمیشہ باقی رہیں گے۔

ہم سب فانی تخم سے پیدا ہوئے ہیں قطع نظر ہمارے حسب ونسب کے۔ یہی ہمارے بدن کی سرشت ہے۔ یہ بدن فانی ہے اور یہ وقت کی آزمایش میں قائم نہیں رہ سکتا۔ یہ صرف تب ہی ہوسکتا ہے جب خُدا کا غیر فانی تخم ہمارے اندر ایک نئے انسان کو پیدا کرتا ہے اُسی وقت ہم ابدی خُدا کے بیٹے کو اپنے اندر جنم دے سکتے ہیں۔

جسم کے فرزند جو طبعی پیدایش کے ذریعے فانی تخم سے پیدا ہوئے ہیں وہ پرانے عہد کے وسیلے چنے گئے، تاکہ وہ اپنی آزاد مرضی سے خُدا کی رضا کو پورا کریں۔ اُنھیں چنا گیا تاکہ وہ فرماں برداری کے وسیلے غیر فانی زندگی کو حاصل کریں۔ اُن کی راست بازی اِس بات پر منحصر تھی کہ وہ اپنی مرضی، اچھی نیت اور اپنے اعمال کے بل بوتے پر کس حد تک اپنے عہد پر عمل کر سکتے ہیں۔ خُدا ہمیشہ بدن کو پہلا موقع دیتا ہے کہ وہ کامیاب ہو، لیکن اُس کا اصل مقصد ہمیں یہ سکھانا ہوتا ہے کہ تمام ''بشر گھاس کی مانند'' ہیں اور بدن آخر کار ناکام ہو جاتا ہے۔

خُدا کے وہ فرزند جو اُس کے زندہ اور قائم کلام کے غیر فانی تخم سے پیدا ہوئے ہیں وہ نئے عہد کے چنے ہوئے لوگ ہیں۔ خُدا کے اِن فرزندوں کو ایک نئی پہچان دی گئی بشرطیکہ اگر ہم خود کو اُس نئے انسان کے ساتھ

پہچانیں۔ ہم سب کو اِس قدیم سوال پر غور کرنا چاہیے، ''میں کون ہوں؟'' کیا میں جسمانی فرزند ہوں جسے میرے باپ نے پیدا کیا اور میری ماں نے جنم دیا؟ یا کیا میں نیا مخلوق ہوں جو رُوح کا فرزند اور خُدا سے پیدا ہوا ہوں؟

یوحنا کی گواہی

یوحنا اپنی انجیل میں لکھتا ہے:

> ''لیکن جتنوں نے اُسے قبول کیا اُس نے اُنھیں خُدا کے فرزند بننے کا حق بخشا یعنی اُنہیں جو اُس کے نام پر ایمان لاتے ہیں۔ وہ نہ خون سے نہ جسم کی خواہش سے نہ انسان کے ارادہ سے بلکہ خُدا سے پیدا ہوئے'' (یوحنا ۱:۱۲)۔

دُوسرے لفظوں میں مسیح پر ایمان لانے کے وسیلے ہم خُدا کے فرزند بن جاتے ہیں۔ اگرچہ جسمانی فرزند انسانی خواہشات یا انسان کی مرضی سے پیدا ہوتے ہیں جب مرد اپنی بیویوں کو حاملہ کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں لیکن خُدا کے فرزند خُدا کی مرضی کے وسیلے پیدا ہوتے ہیں۔ بالفاظ دیگر، خُدا اپنے فرزندوں کا باپ ہے۔ یہ فرق بالکل واضح ہے۔

بعدازاں یوحنا ۳:۶، ۷ میں ہم پڑھتے ہیں کہ یسوع نے معروف ربی اور سینہڈرن کے رُکن نیکدیمس سے کیا کہا:

> ''جو جسم سے پیدا (یونانی: جناؤ) ہوا ہے جسم ہے اور جو رُوح سے پیدا (یونانی: جناؤ) ہوا ہے رُوح ہے۔ تعجب نہ کر کہ میں نے تجھ سے کہا تمھیں نئے سرے سے پیدا (یونانی: جناؤ) ہونا ضرور ہے۔''

یہ اَمر روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ جسمانی پیدایش محض جسمانی فرزند پیدا کر سکتی ہے اور اِسی طرح رُوحانی پیدایش صرف رُوحانی فرزند کو جنم دے سکتی ہے۔ لیکن نیکدیمس اِس بات سے بے خبر تھا، شاید وہ اُس طریقے سے لاعلم تھا جس کے ذریعے یسوع خُدا سے پیدا ہوا۔ اُس کے پاس اِس بات کو سیکھنے کا کوئی موقع نہیں تھا، کیوں کہ یہودیت میں ایسی باتیں نہیں سکھائی جاتی تھیں اور نہ ہی پرانا عہد اِن باتوں سے علاقہ رکھتا تھا۔

یوحنا کا پہلا خط خُدا کے فرزندوں کے موضوع پر مزید وضاحت فراہم کرتا ہے۔ ۱۔ یوحنا ۳:۱ میں لکھا ہے:

''دیکھو باپ نے ہم سے کیسی محبت کی ہے کہ ہم خُدا کے فرزند کہلائے اور ہم ہیں بھی۔۔۔''

ہر ایک ایمان دار جو آسمانی باپ سے پیدا ہوا ہے وہ خُدا کا پیارا فرزند ہے۔ یسوع مسیح پر ایمان لانے کے وسیلے باپ کا تخم انسانی رُوح میں قبول کیا جاتا ہے۔ اِس ملاپ کی وساطت سے ایک نئی زندگی کی نشوونما شروع ہوتی ہے یہاں تک کہ نیا انسان پوری پختگی تک پہنچ جاتا ہے۔ پختگی کے اِس عمل کو پاکیزگی کہا جاتا ہے۔ ا۔یوحنا۳:۳-۶ یوں بیان کیا گیا ہے:

''اور جو کوئی اُس سے یہ اُمید رکھتا ہے اپنے آپ کو ویسا ہی پاک کرتا ہے جیسا وہ پاک ہے۔ جو کوئی گناہ کرتا ہے وہ شرع کی مخالفت کرتا ہے اور گناہ شرع کی مخالفت ہی ہے۔ اور تم جانتے ہو کہ وہ اِس لیے ظاہر ہوا تھا کہ گناہوں کو اُٹھا لے جائے اور اُس کی ذات میں گناہ نہیں۔ جو کوئی اُس میں قائم رہتا ہے وہ گناہ نہیں کرتا۔ جو کوئی گناہ کرتا ہے نہ اُس نے اُسے دیکھا ہے اور نہ جانا ہے۔''

یہ اَمر نہایت باعثِ افسوس ہے کہ کتابِ مقدس کے مترجمین بسا اوقات اُن ہی صحائف کے حقیقی مفہوم سے ناواقف تھے ہیں جنھیں وہ ترجمہ کر رہے تھے۔ اُن میں سے اکثر فرزندیت کے پیغام سے ناواقف تھے اور اُن کے تراجم اُن کی اپنی غلط فہمی کی عکاسی کرتے ہیں۔

اُوپر بیان کی گئی آیات ایمان داروں اور بے ایمانوں کا موازنہ نہیں کرتیں، بلکہ ہمارے اندر موجود پرانے اور نئے انسان کے درمیان فرق واضح کرتی ہیں۔ جس طرح سے اِن آیات کا ترجمہ کیا گیا ہے اکثر اوقات یہ گمان پیدا ہوتا ہے کہ تمام حقیقی مسیحی گناہ سے مبرا ہیں۔ ''جو کوئی اُس میں قائم رہتا ہے وہ گناہ نہیں کرتا۔'' چناں چہ کچھ فرقے حقیقتاً یہ تعلیم دیتے ہیں اور اپنے ماننے والوں پر یہ دباؤ ڈالتے ہیں کہ وہ کاملیت کے وسیلے اپنی نجات کو ثابت کریں۔

یہاں یوحنا عمومی ایمان داروں کے بارے میں بات نہیں کر رہا تھا بلکہ وہ ہر ایمان دار کے اندر موجود نئی مخلوق کے انسان کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ وہ نیا انسان گناہ نہیں کرتا۔ اور ہم صرف اُسی صورت میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ ''ہم'' گناہ نہیں کرتے جب ہم اپنی نسبت اُس نئے انسان کے ساتھ جوڑتے ہیں۔ بدقسمتی سے ہمارے

بدن گناہ کی طرف مائل رہتے ہیں اگرچہ ہم پرانے عہد کے تحت اُسے قابو میں لانے کی کوشش کرتے ہیں۔

پس ا۔ یوحنا ۳:۶ کو اِس طرح سمجھا جانا چاہیے: جو کوئی سے مراد نئی مخلوق کا انسان ہے جو اُس میں قائم رہتا ہے، اِس کے برعکس جو کوئی سے مراد جسمانی پرانا انسان ہے جو گناہ کرتا ہے اور نہ اُس نے اُسے دیکھا ہے اور نہ جانا ہے۔ یہاں عبرانی زبان کے جس لفظ کا ترجمہ ''جانا'' کیا گیا ہے اُس کے معنی ازدواجی اتحاد کے بھی ہیں۔ مثال کے طور پر پیدایش ۴:۱ میں بیان کیا گیا ہے، ''اور آدم اپنی بیوی حوا کے پاس گیا اور وہ حاملہ ہوئی۔۔۔''

یوحنا اُسی اصطلاح کو استعمال کرتے ہوئے یہ ظاہر کرتا ہے کہ خُدا کو جاننے کے وسیلے رُوحانی پیدایش واقع ہوتی ہے۔

وہ ا۔ یوحنا ۳:۹ میں اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہے:

> ''جو کوئی خُدا سے پیدا ہوا ہے وہ گناہ نہیں کرتا کیوں کہ اُس کا تخم (gennao) اُس میں بنا رہتا ہے بلکہ وہ گناہ کر ہی نہیں سکتا کیوں کہ خُدا سے پیدا (gennao) ہوا ہے۔''

بالفاظ دیگر، مسیح پر ایمان لانے والوں کے اندر موجود نیا انسان گناہ نہیں کر سکتا، کیوں کہ خُدا کا تخم اُس میں قائم رہتا ہے۔ اِسی سبب سے یسوع جو ہمارے کے لیے فرزندِ خُدا کا نمونہ ہے وہ بے گناہ تھا۔ اُس کا جسمانی باپ کے بغیر ایک کنواری سے پیدا ہونا اِس بات کی علامت ہے کہ خُدا کا تخم اُس میں قائم رہتا ہے۔ اور وہ اُن سب کے لیے ایک نمونہ ٹھہرا جنھوں نے دُوسری پیدایش کا تجربہ کیا ہے اور یہ عیدِ خیام کی تکمیل پر دُوسری پیدایش میں مکمل ہوگا۔

بعض مسیحی اِس بات کو غلط سمجھتے ہیں اور وہ یہ سکھاتے ہیں کہ جو شخص بے گناہ نہیں وہ سچا مسیحی نہیں ہو سکتا۔ جب وہ لوگوں کو پرانے عہد کے تناظر میں دیکھتے ہیں تو وہ یوحنا کی اصل بات کو سمجھ نہیں پاتے اور لوگوں کو غلامی کے بندھن میں جکڑ دیتے ہیں۔ دراصل نیا انسان ہی گناہ سے مبرا ہے نہ کہ جسمانی پرانا انسان جو زمینی باپ سے پیدا ہوا ہے۔

پولس کی گواہی

پولس ا۔کرنتھیوں ۴:۱۵ میں کہتا ہے:

''کیوں کہ اگر مسیح میں تمھارے اُستاد دس ہزار بھی ہوتے تو بھی تمھارے باپ بہت سے نہیں اِس لیے کہ میں ہی انجیل کے وسیلہ سے مسیح یسوع میں تمھارا باپ بنا۔''

پولس اِس بات سے آگاہ تھا کہ کرنتھیوں کو خوش خبری سناتے وقت وہ مسیح کے قائم مقام کے طور پر خدمت سرانجام دے رہا تھا۔ اِسی خوش خبری یا ''نجات کی خبر'' کے وسیلے اُس نے مسیح کو اپنے اندر پیدا کیا۔ اِس کا نتیجہ کلسیوں ۱:۲۷ میں نظر آتا ہے، جہاں لکھا ہے ''مسیح جو جلال کی اُمید ہے تم میں رہتا ہے۔'' یہاں وہ اُس نئے سرے سے پیدا ہونے والے انسان کو کہتا ہے کہ ''مسیح تم میں رہتا ہے''۔ یہی وہ مقدس تخم ہے جس کی گواہی یوحنا نے دی تھی۔ اور یہی وہ زندہ کلام کا غیر فانی تخم ہے جس کی گواہی پطرس نے دی۔

پولس رُومیوں کے ساتویں باب میں جسمانی انسان اور رُوحانی انسان کے مابین فرق کو بڑی تفصیل سے بیان کرتا ہے۔ وہاں وہ اِس حقیقت کو آشکارہ کرتا ہے کہ اُس نے اپنی شناخت رُوحانی انسان کے ساتھ وابستہ کر لی ہے، لیکن اِس کے باوجود اُسے اپنے جسمانی انسان سے نبرد آزما ہونا پڑتا تھا۔ رُومیوں ۷:۱۵-۱۷ کا آغاز اِن الفاظ سے ہوتا ہے:

''اور جو میں کرتا ہوں اُس کو نہیں جانتا کیوں کہ جس کا میں ارادہ کرتا ہوں وہ نہیں کرتا بلکہ جس سے مجھ کو نفرت ہے وہی کرتا ہوں۔ اور اگر میں اُس پر عمل کرتا ہوں جس کا ارادہ نہیں کرتا تو میں مانتا ہوں کہ شریعت خوب ہے۔ پس اِس صورت میں اُس کا کرنے والا میں نہ رہا بلکہ گناہ ہے جو مجھ سے بسا ہوا ہے۔''

پولس اپنے اندر موجود دو ''میں'' کے درمیان کشمکش کو بڑے واضح انداز سے بیان کرتا ہے۔ اِس سے پہلے وہ رُومیوں ۶:۶ میں جسمانی ''میں'' کو پرانا انسان (KJV) کہتا ہے یا جیسا NASB میں ترجمہ کیا گیا ہے یعنی ''پرانا نفس''۔ پولس واضح طور پر اپنی شناخت پرانے انسان کے ساتھ منسلک نہیں کرتا بلکہ اُس نئے انسان کے ساتھ کرتا ہے جو خُدا سے پیدا ہوا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اگر وہ گناہ کرتا ہے تو گناہ کرنے والا نیا انسان نہیں بلکہ پرانا انسان ہے۔

اپنے آپ کو نیا انسان جانتے ہوئے پولس کہتا ہے، ''شریعت خوب ہے'' (رُومیوں ۷:۱۶) اُس نے جسم کی گناہ آلودہ روش کے لیے کسی قسم کا عذر پیش نہیں کیا۔ رُومیوں ۷:۲۲ میں وہ مزید کہتا ہے، ''کیوں کہ باطنی انسانیت کی رُو سے تو میں خُدا کی شریعت کو بہت پسند کرتا ہوں۔'' لیکن مسئلہ یہ تھا کہ اُس کا پرانا جسمانی انسان اُس کے باطنی رُوحانی انسان کے خلاف برسرِ پیکار ہے۔ وہ اپنے جسمانی نفس کے ہاتھوں قیدی ہو چکا تھا، لیکن پھر وہ اِس بات سے خوش ہوا کہ مسیح نے اُسے اُس قید سے آزاد کر دیا ہے۔ پولس رُومیوں ۷:۲۵ میں اپنی بات کو ختم کرتا ہے۔

''۔۔۔غرض میں خود اپنی عقل (spiritual) سے تو خُدا کی شریعت کا مگر جسم (mind) سے گناہ کی شریعت کا محکوم ہوں۔''

پولس اِس بات کو نہایت صراحت سے واضح کرتا ہے کہ الٰہی شریعت میں کوئی نقص نہیں ہے، کیوں کہ وہ خُدا کی فطرت کو ظاہر کرتی ہے۔ وہ ہمیں بتاتی ہے کہ جب ہمارے اندر کا پرانا انسان پوری طرح مر جائے گا اور ہمارا نیا انسان آزاد ہو جائے تو ہمیں کیسا ہونا چاہیے۔ اصل مسئلہ شریعت نہیں بلکہ پرانا عہد ہے، کیوں کہ پرانا انسان فرماں برداری کے عہد کو پورا نہیں کر سکتا۔ یہ وعدہ ہمارے اندر اُس وقت کام کرنا شروع کرتا ہے جب ہم خُدا کے زندہ کلام پر ایمان لانے کے وسیلے اپنے آسمانی باپ سے پیدا ہوتے ہیں۔

انسان صرف نئے عہد کے وسیلے ہی خُدا کا فرزند بن سکتا ہے، جو خُدا کے وعدے پر قائم ہے۔ یہ وعدہ ہم میں اُس وقت کام کرنا شروع کرتا ہے جب ہم زندہ کلام پر ایمان لانے کے وسیلے آسمانی باپ سے پیدا ہوتے ہیں۔ ہمارے نئے سرے سے پیدا ہونے کے بعد ہمارے باطن کا رُوحانی انسان رُوح القدس کی راہنمائی میں شریعت کے مطابق چلتا ہے جو خُدا کی فطرت کو ظاہر کرتی ہے۔ رُوحانی انسان پہلے سے ہی راست باز ہے۔ وہ گناہ نہیں کر سکتا کیوں کہ خُدا کا تخم اُس میں قائم رہتا ہے۔

اگر ہم اپنے آپ کو اُس نئے انسان کے ساتھ منسلک کر لیں تو ہم یہ بات جان سکتے ہیں کہ ہم نجات یافتہ ہیں قطع نظر اِس بات کہ پرانا انسان کیا کرتا ہے۔ ہم اِس بات کے انتظار میں نہیں رہتے کہ پرانا انسان کامل ہو جائے تا کہ ہمیں اپنی نجات کا یقین ہو جائے۔ یوحنا نے یہ باتیں اِس لیے لکھیں تا کہ ''تمھیں معلوم ہو کہ ہمیشہ کی زندگی رکھتے ہو'' (۱۔ یوحنا ۵:۱۳)۔

باب ۵

میراث

جب ہم جسم اور رُوح کی دوہری شناخت کو سمجھ لیتے ہیں اور پولس کی طرح اپنے آپ کو رُوحانی ''میں'' کے ساتھ جوڑنا سیکھ لیتے ہیں تو ہم حقیقی طور پر نئے عہد کے مطابق زندگی بسر کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اگر ہم نئے عہد کی اِس بنیادی سچائی کو نہ سمجھیں تو ہم ہمیشہ اپنے آپ کو جسمانی انسان کے ساتھ وابستہ کرتے ہیں اور یہی گمان کریں گے کہ اُسی کو نجات حاصل ہونی ہے۔

اِس طرح کی سوچ دو بنیادی نتائج برپا کرتی ہے۔ یا تو انسان یہ گمان کر کے ہمیشہ مطمئن رہے گا کہ محض مذہبی رسومات اور سرگرمیاں ہی کافی ہیں یا وہ اپنی کمیوں اور کمزوریوں کو جان کر ساری زندگی احساسِ جرم، کم تری اور ذہنی اذیت میں مبتلا رہے گا۔

بعض لوگ اِن باتوں کی بالکل پروا نہیں کرتے کیوں کہ اُن کی توجہ صرف اِس دُنیا میں خوشی اور مسرت کے حصول پر ہوتی ہے اور وہ آنے والی زندگی کے بارے میں محض خوش گمانی پر اکتفا کر لیتے ہیں۔

بے بنیاد ایمان

جسمانی فطرت وہ وصف ہے جس کے ساتھ ہم پیدا ہوتے ہیں۔ ہم جسم کی خواہش کے مطابق یعنی اپنے جسمانی ماں باپ کی مرضی سے پیدا ہوئے۔ کیوں کہ ہم اپنی پوری زندگی اِسی جسم میں بسر کرتے ہیں اِس لیے ہم جانتے ہیں کہ اِس میں بہت سی کمزوریاں ہیں، لیکن اِس کے باوجود ہم کسی دُوسری شناخت سے وابستہ ہونے میں دُشواری محسوس کرتے ہیں۔ یہ فطری جسم ہماری راحت اور آسودگی کا دائرہ ہے۔ اِس جسم سے نکل کر کسی اور پہچان کو اختیار کرنا ایک خاص شعوری کوشش اور عزم کا تقاضا کرتی ہے۔

بہت سے لوگوں کا یہ خیال ہے کہ وہ ایمان رکھتے ہیں لیکن حقیقت میں اُن کے ایمان کی بنیاد دُرست نہیں ہے۔ بہت سے مسیحی اِس وہم میں مبتلا ہیں کہ رُوح القدس کی مدد سے وہ اپنے پرانے انسان کو اِس قدر قابو میں لا سکتے ہیں کہ وہ نجات حاصل کر لے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اُن کا باطنی نفسانی انسان راست باز بن سکتا ہے اور یوں وہ پرانے عہد کے وعدے کو پورا کر سکتا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ نفسانی باطنی انسان کو قابو میں لایا جا سکتا ہے اور اُسے قابو میں لانا بھی چاہیے، لیکن وہ ہمارے پیدا ہونے سے پہلے ہی ''حیاتِ ابدی'' سے محروم ہو چکا ہے۔ اِس پر موت کا حکم ہو چکا ہے، اِس لیے ضرور ہے کہ اُسے مصلوب کیا جائے (جسمانی طور پر نہیں) اور اُسے مسیح کی صلیبی موت میں شامل کیا جائے۔ پھر اُس کی جگہ ایک نیا انسان پیدا ہوگا۔ پرانا انسان دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا بلکہ وہ ''خاک میں پھر لوٹ جائے گا'' (پیدایش ۳:۱۹)۔

اگر ہمارا ایمان پرانے انسان پر قائم ہے تو یہ بے بنیاد ایمان ہے۔ ہم سب کسی نہ کسی طرح ایمان رکھتے ہیں لیکن ہر ایک کا ایمان اُس کامل بنیاد پر نہیں جو نجات بخش ہے۔ اگر ہم یہ ایمان رکھتے ہیں کہ یسوع ہمارے بدن کو بچالے گا تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ ہم ابھی تک یہ سمجھتے ہیں کہ پرانے انسان کے لیے اُمید باقی ہے۔ اگر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ رُوح القدس ہمارے پرانے انسان کو فرماں برداری کے عہد کو پورا کرنے کے قابل بنائے گا تو ہم اب بھی پرانے عہد کے ماتحت ہیں چاہے ہم لفظی طور پر اُس کا انکار ہی کیوں نہ کرتے ہوں۔

فرزندیت کا قانون

جسمانی فرزند بننا ہمارے لیے آسان ہے کیوں کہ یہ ہمارے والدین کی مرضی کے وسیلے ہوا۔ لیکن خُدا کا فرزند بننا ایک قانونی اور شرعی منسوبیت کے ذریعے ہوتا ہے جس کی مثال ہمیں استثنا ۲۵:۵، ۶ میں ملتی ہے۔

> ''اگر کوئی بھائی مل کر ساتھ رہتے ہوں اور ایک اُن میں سے بے اولاد مر جائے تو اُس مرحوم کی بیوی کسی اجنبی سے بیاہ نہ کرے بلکہ اُس کے شوہر کا بھائی اُس کے پاس جا کر اُسے اپنی بیوی بنالے اور شوہر کے بھائی کا جو حق ہے وہ اُس کے ساتھ ادا کرے۔ اور اُس عورت کے جو پہلا بچہ ہو وہ اِس آدمی کے مرحوم بھائی کے نام کا کہلائے تا کہ اُس کا نام اسرائیل میں سے مٹ نہ جائے۔''

یہ قانون روت کی کتاب میں بڑے واضح انداز سے ظاہر کیا گیا ہے، جہاں روت اپنے شوہر کی وفات کے بعد بے اولاد تھی۔ بوعز روت سے شادی کرنا چاہتا تھا لیکن ایک اور قرابتی تھا جسے شریعت کے مطابق پہلا حق حاصل تھا۔ یہ قانون اُسی قرابتی کے حق کی پاسداری کرتا ہے اور اُس کے انکار کی صورت میں اُس کے لیے باعثِ ندامت بنا۔ لیکن آخر میں اُس قرابتی کو مجبور نہیں کیا گیا۔

پس اِس واقعہ میں قرابتی نے اپنا حق چھوڑ دیا اور بوعز جو اُس کے بعد یہ حق رکھتا تھا روت سے شادی کر سکا۔ جب اُن کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا تو روت ۴:۱۷ میں لکھا ہے:

اور اُس کی پڑوسنوں نے اُس بچے کو ایک نام دیا اور کہنے لگیں کہ نعومی کے لیے بیٹا پیدا ہوا سو اُنھوں نے اُس کا نام عوبید رکھا۔''

جسمانی لحاظ سے عوبید بوعز اور روت کا بیٹا تھا، لیکن شریعت کے اعتبار وہ نعومی اور الیملک (جو فوت ہو چکا تھا) کا بیٹا سمجھا گیا تھا۔ جسمانی اور شرعی بیٹے میں یہ فرق بہت اہم ہے، کیوں کہ نئے عہد کے تحت یہ فرزندیت کا قانون ہے۔

یسوع مسیح بے اولاد مر گیا اور عبرانیوں ۲:۱۱ میں ایمان لانے والوں کے بارے میں لکھا ہے، ''وہ اُنھیں بھائی کہنے سے نہیں شرماتا۔'' چوں کہ ہم یسوع کے بھائی کہلاتے ہیں اِس لیے ہمیں یہ ذمہ داری دی گئی ہے کہ ہم پہلوٹھے فرزند پیدا کریں تا کہ ''اِس آدمی کے مرحوم بھائی کے نام کا کہلائے تا کہ اُس کا نام اسرائیل میں سے مٹ نہ جائے'' (استثنا ۲۵:۶)۔

پرانے عہد میں اِس قانون کا اطلاق جسمانی والدین پر ہوتا تھا۔ اور اِس کا مقصد زمین کی میراث کو محفوظ رکھنا تھا۔ لیکن نئے عہد کے تحت کیوں کہ یسوع ہمیں اپنا بھائی کہتا ہے، چناں چہ ہمیں اِس لیے بلایا گیا ہے کہ ہم اپنے اندر مسیح کو خُدا کے بیٹے کے طور پر جنم دیں۔ اگرچہ ہم جسمانی لحاظ سے بہ طور مادر ہوں گے لیکن وہ قانونی اعتبار سے خُدا کا بیٹا ہے۔ یہ فرزند خُدا کے پہلوٹھے بیٹے کی حیثیت سے یسوع کی میراث کا وارث ہوگا۔

یقیناً یہ فرزند وسیع تر معنوں میں ایک ایسا بدن ہے جو بہت سے اعضا پر مشتمل ہے اور اِس بدن کا سر یسوع مسیح ہے۔ کوئی ایک قانون خُدا کے الٰہی منصوبے کی مکمل وسعت کو بیان نہیں کر سکتا۔ شریعت اِس اعتبار سے کم زور تھی کہ اُس کے زمینی اطلاق رُوحانی بیج کے سرچشمے کو واضح نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن ''شریعت رُوحانی ہے'' (رُومیوں ۷:۱۴)۔ لہٰذا نیا عہد یہ ظاہر کرتا ہے کہ خُدا خود باپ ہے اور ہم اپنے اندر مسیح کو جنم دینے والے ہیں۔ پس بوعز خُدا کی مثل ہے جو رُوحانی تخم عطا کرتا ہے اور روت بہ طور ماں ہماری نمائندگی کرتی ہے۔

بالفاظ دیگر، پرانے عہد کے تحت اِس قانون کا اطلاق زمینی والدین پر ہوتا ہے، جب کہ نئے عہد میں ایک آسمانی باپ اور ایک زمینی ماں ہوتی ہے۔

استثنا ۲۵ باب میں بیان کی گئی شریعت کا بنیادی مقصد جسمانی فرزند اور شرعی فرزند کے درمیان فرق کو

واضح کرنا ہے۔ جب عوبید پیدا ہوا تو اُس کے جسمانی والدین کو شریعت کے مطابق اُسے اپنا بیٹا کہنے کا قانونی حق حاصل نہیں تھا۔ شریعت نے یہ حق نعومی کو دیا۔ یہ اُن بہت سے مقامات میں سے ایک ہے جہاں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شریعت کو جسمانی تعلق پر فوقیت حاصل ہے۔ اگرچہ بوعز اور روت کو بہ طور والدین کچھ حقوق حاصل تھے لیکن نعومی کا حق اُن سے افضل تھا۔

اُسی طرح ہم پر بھی یہ بات صادق آتی ہے جو نئی مخلوق کے انسان کی مائیں ہیں، یعنی وہ مسیح جو ہمارے اندر ہے اور ہمارے اندر جنم لینے والا بیٹا مسیح کے ساتھ ہم میراث ہوگا۔ ہم مسیح کے قانونی وارث کو جنم دیتے ہیں۔

نئے عہد کی میراث

پرانے عہد کی میراث محض زمین تک محدود تھی۔ خاص طور پر اسرائیل کی میراث ملکِ کنعان تک محدود تھی، حالاں کہ اُنھوں نے زمین کے دیگر حصوں میں بھی سکونت اختیار کی۔ اِس کے باوجود پرانا عہد اُنھیں صرف زمینی میراث ہی عطا کر سکتا تھا۔ لیکن نئے عہد کی میراث میں پوری زمین کے ساتھ آسمان بھی شامل ہے۔

چوں کہ مسیح کا ایک آسمانی باپ اور ایک زمینی ماں تھی اِس لیے وہ ''سب چیزوں کا وارث'' ہے (عبرانیوں ۱:۲)، خواہ وہ آسمان کی ہوں یا زمین کی ہوں۔ اُس کی بادشاہی دونوں جہانوں پر مشتمل ہے، یعنی ہر وہ چیز جو اُس نے پیدا کی ہے (پیدایش ۱:۱) وہ سب چیزوں کا وارث ہے، اِسی لیے ہم پڑھتے ہیں کہ ''حلیم زمین کے وارث ہوں گے'' (متی ۵:۵) اور مسیح کے ہم میراث ہونے کی وجہ سے وہ آسمان کے بھی وارث ہوں گے۔

پوشاک کے قوانین

یسوع مسیح کو آسمان اور زمین کا کل اختیار دیا گیا تھا (متی ۲۸:۱۸)۔ وہ محض اپنی ''پوشاک کو تبدیل'' کرنے کے وسیلے ایک دائرہ اختیار سے دُوسرے دائرہ اختیار میں جا سکتا تھا۔ لباس کے قوانین اِس حقیقت کی پیشین گوئی کرتے تھے، پولس ہمیں بتاتا ہے کہ اِس وقت ہمارے آسمانی گھر اور لباس ہمارے لیے آسمان پر

محفوظ ہیں (۲۔کرنتھیوں ۵:۱)۔ یہ استعارہ زمینی سردار کاہن کے لباس سے مستعار لیا گیا ہے جن کے لباس محفوظ رکھے جاتے تھے اور اُن کو مخصوص مواقعوں یعنی عیدوں اور تہواروں پر نکالا جاتا تھا۔

ہماری میراث سے متعلق لباس کے قوانین میں دو اہم قوانین تھے۔ پہلا قانون سردار کاہن کے لباس کے متعلق تھا جو وہ خیمہ اجتماع میں خُدا کی خدمت کرنے کے دوران پہنتا تھا (خروج ۲۸:۴۰-۴۳)۔ حزقی ایل ہمیں بتاتا ہے کہ جب کاہن بیرونی صحن میں لوگوں کی خدمات سرانجام دے رہے ہوتے تو وہ کتانی لباس نہیں پہنتے تھے (حزقی ایل ۴۴:۱۹)۔ اور نہ ہی وہ اندرونی صحن میں خدمت کے دوران اونی لباس پہنتے تھے۔

یہ قانون پولس کے ۲۔کرنتھیوں ۵:۱-۵ میں بیان کیے گئے دو لباسوں کی پیشین گوئی کرتا ہے۔ پولس کہتا ہے کہ دو قسم کے لباس ہیں یعنی آسمانی اور زمینی اور یہ رُوحانی اور جسمانی بدنوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اِس وقت ہم اپنے زمینی لباس میں ملبس ہیں لیکن ہم اُس دن کے منتظر ہیں جب ہمیں آسمانی لباس دیئے جائیں گے۔ دُوسرے لفظوں میں وہ دن جلد آ رہا ہے جب ہم آزادی کے ساتھ بلا روک ٹوک آسمان اور زمین پر آ جا سکیں گے، جیسا خُداوند یسوع مسیح اپنے جی اُٹھنے کے بعد آ جا سکتا تھا۔

لیکن اِس اثنا میں ایک گہرے رُوحانی درجے پر ہماری رُوح کو آسمان تک رسائی حاصل ہے، کیوں کہ یہ رُوح ہے اور یہ پہلے سے ہی رُوحانی بدن میں ملبس ہے۔ یہ اُونی لباس نہیں پہنتی اور نہ ہی مشقت کر سکتی ہے کیوں کہ یہ خُدا کے آرام میں داخل ہو چکی ہے۔ اِسی سے ہم رُوح میں چلنے، رُوح میں دُعا کرنے اور آسمان پر اپنے آسمانی باپ کی مقدس ہیکل میں اُس کے ساتھ رفاقت رکھنے کی قابلیت رکھتے ہیں۔ تاہم ایک اور وقت آنے والا ہے جب ہمارے بدن تبدیل ہو جائیں گے تاکہ یہ نئے بدن زمین سے غائب ہونے اور آسمان پر جانے کے قابل ہو سکیں۔

لباس کا دُوسرے قانون جسے پولس ۲۔کرنتھیوں ۵:۵ میں بیان کرتا ہے وہ استثنا ۲۴:۱۰-۱۳ میں بیان کیے گئے گرو کے قانون میں نظر آتا ہے۔ پرانے عہد کے تحت جب قرض دیا جاتا تو قرض دار بعض اوقات قرض دینے والے کے پاس کوئی چیز گرو رکھ دیتا تھا۔ اُسے چکی یا اُس کے اُوپر کے پاٹ کو گرو رکھنے کی ممانعت تھی (استثنا ۶:۲۴)، لیکن اُسے کپڑے گرو رکھنے کی اجازت تھی (استثنا ۱۳:۲۴)، ماسوائے بیواؤں اور پردیسوں کے معاملے میں (استثنا ۱۷:۲۴)۔

یہ قانون قرض کے معاملات کو منظّم کرتا اور قرض دینے والے کے اختیارات کو محدود کرتا، تاکہ ضرورت

کے وقت قرض دار پر بے جا ظلم نہ ہو۔

نئے عہد کے تحت پولس اِس قانون کا اطلاق آسمانی لباس پر کرتا ہے جو ہمارے لیے آسمان میں محفوظ ہے۔ دوطرح کے لباس کا ذکر کرنے کے بعد، پولس ۲۔کرنتھیوں ۵:۵ میں لکھتا ہے:

''اور جس نے ہم کو اِسی بات کے لیے تیار کیا وہ خُدا ہے اور اُسی نے ہمیں رُوح بیعانہ میں دیا۔''

گرو کی چیز قرض دار کی طرف سے قرض خواہ کو دی جاتی تھی۔ لہٰذا یہ امر کہ خُدا نے ہمیں بیعانہ دیا ہے یہ اِس حقیقت کو آشکارا کرتا ہے کہ خُدا نے خود کو ایمان داروں کے سامنے بہ طور قرض دار پیش کیا۔ یہ کیسے ممکن ہے؟

اِس کی ابتدا پیدایش میں ہوئی، جب آدم نے گناہ کیا اور یوں وہ شریعت کے تحت قرض دار ٹھہرا۔ مقروض ہونے کے باعث وہ اپنے آسمانی لباس سے محروم ہو گیا اور قرض کے گرو کے طور پر اُسے خُدا کے پاس رکھ دیا گیا۔ جب یسوع نے صلیب پر اپنی جان قربان کر کے اُس قرض کو ادا کیا تو اُسی وقت خُدا نے اُس آسمانی لباس کو ہمارا حق قرار دے دیا۔

تاہم پولس بیان کرتا ہے کہ خُدا نے اُس لباس کو ہمارے لیے آسمان پر محفوظ رکھا ہے۔ بالفاظ دیگر، ہمارے قرض کی ادائیگی کے بعد اُس نے فوراً وہ لباس ہمیں نہیں دیا۔ ہم سب اُس لباس کو حاصل کرنے کے آرزومند ہیں اِسی وجہ سے ''ہم اِس میں کراہتے ہیں اور بڑی آرزو رکھتے ہیں کہ اپنے آسمانی گھر سے ملبس ہو جائیں'' (۲۔کرنتھیوں ۵:۲)۔ چوں کہ وہ لباس تا حال ہمیں نہیں ملا اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ وہ لباس اِس وقت خُدا کے پاس بہ طور ''گرو'' موجود ہے۔

یوں خُدا ہمارے سامنے قرض دار ٹھہرا کیوں کہ وہ ہمیں ایک آسمانی لباس دینے کا پابند ہے۔ پولس کہتا ہے کہ خُدا کے قرض دار ہونے کے سبب سے اُس نے ہمیں رُوح بیعانہ میں دیا، تا کہ جب تک وہ اپنا وعدہ پورا نہ کرے ہم رُوح کے پھل اور اُس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو سکیں۔

شریعت کہتی ہے کہ وہ چیز ''جب آفتاب غروب ہونے لگے'' تو اُسے واپس کر دی جائے (استثنا ۱۳:۲۴)۔ عبرانی متن کو یوں پڑھنا چاہیے، ''جب سورج آئے'' طلوعِ آفتاب کے وقت سورج زمین سے دُور جاتا معلوم ہوتا ہے اور غروبِ آفتاب کے وقت وہ زمین کی طرف آتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ یہ مسیح کے زمین پر

آنے کی پیشین گوئی کرتی ہے کیوں کہ وہ ''آفتابِ صداقت'' (ملاکی ۴:۲) ہے۔ اِس لیے یہ قانون مسیح کی آمد یعنی اُس کی آمدِ ثانی کے بارے میں ایک نبوتی قانون ہے۔

یوں یہ قانون اُس وقت کی پیشین گوئی کرتا ہے جب حالات یکسر بدل جائیں گے۔ آدم سے لے کر مسیح تک ہم شریعت کے مقروض تھے اور اُسی قرض کے بدلے ہم نے اپنے آسمانی لباس بہ طور گرو رکھ دیئے تھے۔ جب یسوع نے صلیب پر ہمارا قرض ادا کیا تو خُدا ہمیں وہ آسمانی لباس دینے کا پابند ہو گیا۔ لیکن خُدا نے فیصلہ کیا کہ وہ اُس لباس کو مسیح کی دُوسری آمد تک اپنے پاس ہی رکھے گا۔ اِس دوران اُس نے ہمیں رُوح القدس بہ طور بیعانہ دیا جو اُس آسمانی لباس کے قرض کے متوازی ہے۔

جب ''آفتابِ صداقت'' طالع ہوگا اور مسیح صلح اور میل ملاپ کے لیے آئے گا تو خُدا کا یہ قرض ادا ہو جائے گا۔ اُس وقت ہم مسیح کے ہم میراث کے طور پر اپنی میراث کو حاصل کریں گے، اُس وقت ہمیں آسمانی پاک مقام میں خُدا کی خدمت اور زمین پر باقی رہ جانے والے انسانوں کی خدمت کا اختیار حاصل ہوگا۔

اگلے ہزار برس کا زمانہ دُنیا میں عالمگیر خوشی خبری کا دَور ہوگا جہاں خُدا کی بادشاہی تمام زمین میں پھیلتی جائے گی (دانی ایل ۲:۳۵)۔ سب قوموں کے لوگ آسمانی ''صیون'' کی طرف آئیں گے تاکہ خُدا کی شریعت سیکھیں اور یسوع کو اپنی قوموں کا بادشاہ مانیں۔ یوں خُدا کی بادشاہی ایسی وسعت سے پھیلے گی جو پہلے کبھی بھی نہ دیکھی گئی۔

باب ۶

دو تلواریں

دونوں عہود میں بادشاہی کو قائم کرنے اور جنگ اور فتح کے اپنے اپنے طریقے ہیں۔ پرانا عہد دُنیا کو فتح کرنے کے لیے مادی تلوار استعمال کرتا ہے جب کہ نیا عہد رُوحانی تلوار استعمال کرتا ہے۔ اِسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ پرانے عہد کے یشوع کو حکم دیا گیا کہ وہ بادشاہی کو قائم کرنے کے لیے جسمانی ہتھیاروں کو استعمال کر کے کنعانیوں کو قتل کرے یا ملک سے نکال دے۔ ایک لحاظ سے یہی اُس کا ''ارشاد اعظم'' تھا۔

نئے عہد کے یشوع (یسوع) نے متی ۲۸: ۱۹، ۲۰ میں اپنے شاگردوں کو حکم دیا۔

''پس تم جا کر سب قوموں کو شاگرد بناؤ اور اُن کو باپ اور بیٹے اور رُوح القدس کے نام سے بپتسمہ دو۔ اور اُن کو یہ تعلیم دو کہ اُن سب باتوں پر عمل کریں جن کا میں نے تم کو حکم دیا اور دیکھو میں دُنیا کے آخر تک ہمیشہ تمھارے ساتھ ہوں۔''

پولس ۲۔کرنتھیوں ۱۰: ۳۔۵ میں لکھتا ہے:

''کیوں کہ ہم اگرچہ جسم میں زندگی گذارتے ہیں مگر جسم کے طور پر لڑتے نہیں۔ اِس لیے کہ ہماری لڑائی کے ہتھیار جسمانی نہیں بلکہ خُدا کے نزدیک قلعوں کو ڈھا دینے کے قابل ہیں۔ چناں چہ ہم تصورات اور ہر ایک اُونچی چیز جو خُدا کی پہچان کے برخلاف سر اُٹھائے ہوئے ہے ڈھا دیتے ہیں اور ہر ایک خیال کو قید کر کے مسیح کا فرماں بردار بنا دیتے ہیں۔''

تاہم جب یشوع بنی اسرائیل کی راہنمائی کرتے ہوئے اُنھیں ملکِ کنعان میں داخل کرنے والا تھا تو موسیٰ نے استثنا ۷: ۱، ۲ میں اُن سے کہا:

''جب خُداوند تیرا خُدا تجھ کو اُس ملک میں جس پر قبضہ کرنے کے لیے تو جا رہا ہے پہنچا دے اور تیرے آگے سے اُن بہت سی قوموں کو یعنی حتیوں اور جرجاسیوں اور اموریوں اور کنعانیوں اور فرزیوں اور حویوں اور تبوسیوں کو جو سات قومیں تجھ سے بڑی اور زور

آور ہیں نکال دے۔ اور جب خُداوند تیرا خُدا اُن کو تیرے آگے شکست دلائے اور تو اُن کو مار لے تو تو اُن کو بالکل نابود کر ڈالنا۔ تو اُن سے کوئی عہد نہ باندھنا اور نہ اُن پر رحم کرنا۔''

اِن متنوع احکام کی وجہ سے بعض لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ عہدِ عتیق کا خُدا عہدِ جدید کے خُدا سے مختلف ہے۔ کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یسوع مسیح ہمیں عہدِ عتیق کے ''غضب ناک'' خُدا سے بچانے کے لیے آیا۔ جب کہ بعض یہ خیال کرتے ہیں کہ اِس بات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شریعت کو منسوخ کر دیا جانا چاہیے۔

تاہم اِن دونوں عہود کے درمیان اصل فرق اُن کی فطرت میں مضمر ہے۔ پرانے عہد کے تحت بادشاہی جسمانی ہتھیاروں کے ذریعے کنعان کے تمام باشندوں کو ہلاک کر کے قائم کی جانی تھی۔ جب کہ نئے عہد کے تحت بادشاہی رُوحانی ہتھیاروں کے ذریعے سب قوموں کو یسوع مسیح کی تعلیمات اور اُن کو اُس کے نام میں اور اُس کی موت اور جی اُٹھنے میں بپتسمہ دینے کے وسیلے قائم کی جانی تھی۔

لیکن خُدا نے یہ مختلف طریقے کیوں استعمال کیے؟ اُس نے ابتدا میں ہی نئے عہد کو کیوں نافذ نہ کیا اور پرانے عہد کے تحت ہونے والی خون ریزی اور ہلاکتوں سے کیوں نہ بچایا؟

اسرائیل کا نئے عہد کی تلوار کو ردّ کرنا

جب خُدا پہلی بار اسرائیل کو کوہِ حورب پر لایا تو اُس نے اُنھیں موقع دیا کہ وہ نئے عہد اور اُس کی رُوحانی تلوار کو قبول کریں۔ وہ آگ کی صورت میں پہاڑ پر اترا اور خروج ۱۹-۲۰ ابواب میں اُنھیں احکامِ عشرہ عطا کیے۔ اُن سب لوگوں نے اُس کی آواز کو سنا، لیکن وہ خُدا کی جلالی حضوری سے خوف زدہ ہو گئے، کیوں کہ اُن کا خیال تھا کہ جو کوئی خُدا کو دیکھے گا وہ مر جائے گا۔ اِس لیے ہم خروج ۲۰:۱۸-۲۰ میں پڑھتے ہیں:

اور سب لوگوں نے بادل گرجتے اور بجلی چمکتے اور قرنا کی آواز ہوتے اور پہاڑ سے دُھواں اُٹھتے دیکھا اور جب لوگوں نے یہ دیکھا تو کانپ اُٹھے اور دُور کھڑے ہو گئے۔ اور موسیٰ سے کہنے لگے تو ہی ہم سے باتیں کیا کر اور ہم سن لیا کریں گے لیکن خُدا ہم سے باتیں نہ کرے تا نہ ہو کہ ہم مر جائیں۔ موسیٰ نے لوگوں سے کہا کہ تم ڈرو مت کیوں کہ خُدا اِس لیے آیا کہ تمھارا امتحان کرے اور تم کو اُس کا خوف ہوتا کہ تم گناہ نہ کرو۔ اور وہ

لوگ دُور ہی کھڑے رہے اور موسیٰ اُس گہری تاریکی کے نزدیک گیا جہاں خُدا تھا۔''

اِس دن کو بعد میں عیدِ پنتکست کے طور پر منایا گیا، جس میں اِس حقیقت کو یاد کیا گیا کہ خُدا آگ کی صورت میں اُترا اور براہِ راست اپنے لوگوں سے ہم کلام ہوا۔ اگر اُس وقت لوگ خُدا کی آواز کو سننے کے قابل ہوتے تو وہ ویسا ہی تجربہ کرتے جیسا ہم اعمال کی کتاب کے دُوسرے باب میں پڑھتے ہیں۔ پہاڑ پر سے آگ اُن کے سروں پر ٹھہر جاتی اور وہ خُدا کے ترجمان بن کر اُس کے کلام کو پوری دُنیا تک پہنچاتے۔

دُوسرے لفظوں میں وہ رُوح کی تلوار سے لیس ہو جاتے۔ مادی تلوار سے کنعانیوں کو قتل کرنے کی بجائے اُنھیں وہی ارشادِ اعظم دیا جاتا جو یسوع نے اپنے شاگردوں کو دیا تھا۔ تب کنعانیوں کو قتل نہ کیا جاتا بلکہ اُنھیں ایمان کی طرف راغب کیا جاتا تاکہ وہ تبدیل ہو جائیں۔ اور کنعانیوں کو مادی تلوار سے خون میں لت پت کرنے کی بجائے مسیح کی موت اور زندگی میں بپتسمہ دے کر شامل کیا جاتا۔

لیکن یہ نہ ہو سکا کیوں کہ اسرائیلی پنتکست کے تجربے سے خوف زدہ تھے۔ اُن کی آنکھیں دیکھنے سے قاصر تھیں، کان سننے سے محروم تھے اور اُن کے دل فہم و ادراک سے خالی تھے۔ اُنھوں نے ایمان کی بجائے خوف کا اظہار کیا (حالاں کہ ایمان سننے سے پیدا ہوتا ہے)۔ چناں چہ موسیٰ نے چالیس سال بعد استثنا ۲۹: ۴، ۵ میں اُن سے کہا:

> لیکن خُداوند نے تم کو آج تک نہ تو ایسا دل دیا جو سمجھے اور نہ دیکھنے کی آنکھیں اور سننے کے کان دیئے۔ اور میں چالیس برس بیابان میں تم کو لیے پھرا اور نہ تمھارے تن کے کپڑے پرانے ہوئے اور نہ تیرے پاؤں کی جوتی پرانی ہوئی۔''

چناں چہ بنی اسرائیل کے خوف نے اُنھیں خُدا کی آواز سننے سے محروم کر دیا، اِس لیے وہ براہِ راست رُوح کی راہنمائی سے فیض یاب نہ ہو سکے بلکہ محض علامت اور عکوس کے طور پر دن کو بادل کے ستون اور رات کو آگ کے ستون کے پیچھے چلتے رہے۔ اُن کا خُدا کے ساتھ تعلق بالواسطہ ہی رہا کیوں کہ اُنھوں نے موسیٰ کو پہاڑ پر بھیجا تاکہ وہ خُدا کی آواز سنے اور آ کر اُنھیں بتائے کہ خُدا نے کیا کہا ہے (خروج ۲۰: ۱۹)۔ اُنھوں نے خُدا کی آواز سننے کی بجائے اِس بات کو ترجیح دی کہ کوئی انسان وہ پیغام اُنھیں سنائے۔ اِسی سبب سے اُن کے پاس ملکِ کنعان کو فتح کرنے کے لیے صرف مادی تلوار ہی باقی رہ گئی۔

خُدا کی آواز سننا

زبورنویس اِس مسئلے سے بہ خوبی واقف تھا، اِس لیے وہ زبور ۹۵:۷-۹ میں یوں رقم طراز ہے:

''۔۔۔ کاش کہ آج کے دن تم اُس کی آواز سنتے!
تم اپنے دل کو سخت نہ کرو جیسا مریبہ میں
جیسا مساہ کے دن بیابان میں کیا تھا۔
اُس وقت تمھارے باپ دادا نے مجھے آزمایا
اور میرا امتحان کیا اور میرے کام کو بھی دیکھا۔''

بنی اسرائیل کے پہاڑ پر خُدا کی آواز سننے سے انکار کے سبب وہ قادس برنیع سے ملکِ کنعان میں داخل ہونے سے پہلے دس مرتبہ خُدا کو آزما چکے تھے۔ گنتی ۱۴:۲۲،۲۳ میں لکھا ہے:

''چوں کہ اُن سب لوگوں نے جنھوں نے باوجود میرے جلال کے دیکھنے کے اور باوجود اُن معجزوں کے جو میں نے مصر میں اور اِس بیابان میں دکھائے پھر بھی دس دس بار مجھے آزمایا اور میری بات نہیں مانی۔ اِس لیے وہ اُس ملک کو جس کے دینے کی قسم میں نے اُن کے باپ دادا سے کھائی تھی دیکھنے بھی نہ پائیں گے اور جنھوں نے میری توہین کی ہے اُن میں سے بھی کوئی اُسے دیکھنے نہیں پائے گا۔''

اِس بات پر عبرانیوں کے تیسرے اور چوتھے باب میں بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے، جہاں اِس حقیقت کو آشکارہ کیا گیا ہے کہ خُدا کی آواز کو سنے بغیر بادشاہی میں داخل ہونا ناممکن ہے۔ اگرچہ بہت سے مسیحی یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ خُدا کی آواز نہیں سنتے، لیکن حقیقت میں اگر اُن میں ایمان ہے تو اُنھوں نے ضرور اُسے سنا ہے، ''کیوں کہ ایمان سننے سے پیدا ہوتا ہے'' (رومیوں ۱۰:۱۷)۔ لیکن وہ لوگ جو خُدا کی آواز پر کان نہیں لگاتے اُن کے بارے میں عبرانیوں ۳:۱۲-۱۴ میں لکھا ہے:

''اے بھائیو! خبردار! تم میں سے کسی کا ایسا بُرا اور بے ایمان دل نہ ہو جو زندہ خُدا سے پھر جائے۔ بلکہ جس روز تک آج کا دن کہا جاتا ہے ہر روز آپس میں نصیحت کیا کرو تا کہ تم میں سے کوئی گناہ کے فریب میں آ کر سخت دل نہ ہو جائے۔ کیوں کہ ہم مسیح میں شریک ہوئے ہیں بشرطیکہ اپنے ابتدائی بھروسے پر آخر تک مضبوطی سے قائم رہیں۔''

یہ بات ایمان داروں یعنی مسیحیوں کے لیے لکھی گئی تھی۔ مصنف اِس حقیقت کو تسلیم کرتا ہے کہ بعض مسیحی ایسے بھی ہو سکتے ہیں جو یسوع پر ایمان رکھنے کے باوجود اپنی زندگی کے کچھ پہلوؤں میں ''بے ایمان دل'' کے مالک ہیں۔ چناں چہ وہ کلیسیا اور غالب آنے والوں کے درمیان فرق کرتا ہے اور اِس کے لیے وہ اسرائیل اور غالب آنے والوں یعنی کالب اور یشوع کی مثال پیش کرتا ہے۔

اُسی طرح آج کے مسیحیوں میں بھی عمومی مسیحی اور غالب آنے والے موجود ہیں۔ اُن کے درمیان بنیادی فرق کی وجہ وہ دو عہود ہیں جن پر اُن کے ایمان قائم ہیں۔ بعض مسیحی یہ یقین رکھتے اور اِس کی تائید کرتے ہیں کہ خُدا کی بادشاہی کو جسمانی ہتھیاروں کے ذریعے قائم کیا جانا چاہیے، لہٰذا وہ فلسطین کی سرزمین پر اسرائیلیوں کے تسلط کی تائید کرتے ہیں۔ ایسے مسیحی پرانے عہد پر قائم یہودیوں کی بھی حمایت کرتے ہیں کہ وہ فلسطینیوں کو بے رحمی سے قتل کریں اور اُنھیں ملک سے نکال دیں۔

دُوسری جانب غالب آنے والے جو عظیم یشوع یسوع مسیح کے ارشادِ اعظم کو یاد رکھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ خُدا کی بادشاہی پرانے عہد یا اُس کے ہتھیاروں کے ذریعے قائم نہیں ہو سکتی۔ وہ سمجھتے ہیں کہ رُوح القدس کے بپتسمہ نے ایمان داروں کو خُدا کی بادشاہی کے لیے دُنیا کو فتح کرنے کے قابل بنایا ہے، بشرطیکہ ہم ''خُدا کے سب ہتھیار باندھ لیں'' (افسیوں ۶:۱۳) اور ''رُوح کی تلوار جو خُدا کا کلام ہے'' (افسیوں ۶:۱۷) اُسے استعمال کریں۔

خُدا کی عقل اور اُس کا کردار

موسیٰ اور یشوع کے تحت کنعانیوں کو ہلاک کرنے کا حکم دراصل خُدا کی عقل اور اُس کے کردار کی پوری ترجمانی نہیں کرتا تھا۔ اگرچہ کنعانی قوم گناہ کی دلدل میں زندگی گزار رہی تھی، لیکن سب قومیں ہی گناہ گار ہیں۔ ہم اُن کی مذہبی رسومات اور عقائد کا مطالعہ کر کے اُن پر نازل ہونے والے غضبِ الٰہی کو جائز قرار دینے کوشش کر سکتے ہیں اور یہ جاننے کی سعی کر سکتے ہیں کہ وہ کیوں نجات سے محروم رہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ کسی بھی دُوسری قوم سے زیادہ گناہ گار نہ تھے۔

کیا خُدا واقعی کنعانیوں سے نفرت کرتا تھا؟ یسوع نے اِس حقیقت کو اُس وقت واضح کیا جب اُس نے متی ۱۵:۲۲-۲۸ میں ایک کنعانی عورت کی دُعا کو قبول کیا۔ درحقیقت اُس واقعہ میں محض اُس عورت سے ملنے

کے لیے یسوع اپنے شاگردوں کو فینیکے کے جانب ایک طویل سفر پر لے گیا۔ اُس عورت کی بیٹی کو شفا دینے کے بعد یسوع فوراً گلیل کی جھیل کے پاس واپس آ گیا (متی ۱۵:۲۹)۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اِس سفر کا بنیادی مقصد صرف یہی تھا کہ شاگردوں کو یہ سکھایا جائے کہ وہ کنعانیوں کو حقیر اور قابلِ نفرت نہ سمجھیں۔

یہ یسوع مسیح کا طریقہ تدریس تھا کہ وہ شاگردوں کو سکھائے کہ وہ کنعانیوں کو کتوں کی مانند نہ سمجھیں، بلکہ الٰہی شریعت کو سمجھیں جو اسرائیلیوں کو حکم دیتی ہے کہ وہ کنعانیوں سے محبت رکھیں۔ اِسی مقصد کے حصول کے لیے یسوع نے ابتدا میں اُس عورت سے بہ ظاہر بے اعتنائی اور سخت رویہ اختیار کیا۔ اُس کے یہ سخت الفاظ اور رویہ اِس لیے تھا کہ شاگردوں کو بھی اِس میں شامل کیا جائے اور اِس مسئلے کو نمایاں کیا جائے۔ شاگردوں کو بچپن سے ہی یہ سکھایا گیا تھا کہ کنعانی حقیر اور کتوں کی مانند ہیں۔ جب وہ اُس خیال پر پوری طرح قائم ہو گئے تو یسوع نے بات کا رُخ بدل دیا اور اُنھیں دکھایا کہ کنعانی بھی اُس پر ایمان لا سکتے ہیں۔

پرانے عہد کے یشوع کو جسمانی تلوار سے لوگوں کو فتح کرنے کا حکم اِس لیے نہیں دیا گیا تھا کہ کنعانی بہت زیادہ بدکار تھے، بلکہ اُسے یہ حکم اِس لیے دیا گیا تھا کیوں کہ بنی اسرائیل نے پہاڑ پر رُوحانی تلوار کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اِس میں ہمارے لیے حقیقی سبق یہ ہے کہ ہمیں رُوح القدس سے معمور ہونا، اُس کی آواز سننا، اُس کی راہنمائی میں چلنا اور گناہ گاروں کو اپنے دشمن سمجھنے کی بجائے اُن سے محبت رکھنا اور اُنھیں آنے والے زمانے کے ایمان دار سمجھنا ہے۔

اِس لیے یسوع نئے عہد کا درمیانی ہے اور اُسے اِس لیے مقرر کیا گیا تا کہ وہ بنی اسرائیل کے پہاڑ پر انکار کرنے کے اثر کو زائل کرے۔ جب خُدا نے لوگوں کو احکامِ عشرہ دیئے تو اگر وہ اِس اہل ہوتے تو اُن کے پاس نئے عہد میں شامل ہونے کا موقع تھا۔ لیکن اُن کے انکار اور اِس بات پر اصرار نے کہ موسیٰ خُدا کی بات سن کر اُنھیں بتا دے اُن کے خُدا کے ساتھ رشتے کو بالواسطہ بنا دیا۔

دُوسری جانب جو لوگ نئے عہد کے تحت زندگی بسر کرتے ہیں وہ اِس بات کو جانتے ہیں کہ ہمارا مقصد دُنیا کو جسمانی ہتھیاروں سے فتح کرنا نہیں اور نہ ہی وہ اُن لوگوں کی تائید کرتے ہیں جو ابھی تک پرانے عہد اور اُس کی جسمانی سوچ کے تحت زندگی بسر کرتے ہیں۔ نئے عہد کے ایمان دار خُدا کی محبت کو ظاہر کرتے ہیں اور وہ اپنے دشمنوں کو قتل کرنے کی بجائے اُن پر جان نچھاور کرنے کے لیے تیار ہوتے ہیں جن کو خُدا کے دشمن سمجھا جاتا ہے (رومیوں ۵:۷، ۸)۔ یسوع جو نئے عہد کا یشوع ہے اُسے کنعانیوں یا گناہ گاروں کو ہلاک کرنے کے

لیے نہیں بھیجا گیا، بلکہ اُن کے لیے صلیب پر اپنی جان قربان کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔
یہی خُدا کی عقل اور اُس کے کردار کا مکاشفہ ہے۔

مصنف کے بارے میں

ڈاکٹر اسٹیفن ای۔ جانز ۲۹ جنوری ۱۹۵۰ء میں امریکہ کی ریاست انڈیانا کے ایک شہر ماریون میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد تھامس نے سیمنری کی تربیت مکمل کرنے کے بعد جنوبی مینسیوٹا میں تین چرچز میں پاسبانی خدمات سرانجام دیں۔ تین سال کے بعد آپ کا خاندان فلپائن میں خدمت کے لیے بہ طور مشنری چلا گیا۔ ۱۹۶۳ء میں وہ واپس مینسیوٹا آ گئے۔

آپ نے مینیسوٹا میں ہائی سکول کی تعلیم حاصل کی اور پھر سینٹ پال بائبل کالج میں دو سال کی تربیت کے لیے چلے گئے، وہاں آپ کی ملاقات اپنی بیوی ڈارلا (Darla) سے ہوئی۔ اِس کے بعد آپ مزید دو سالہ تربیت کے لیے یونیورسٹی آف مینسیوٹا میں گئے، وہاں آپ نے فلسفہ اور لاطینی اور یونانی ادب کا مطالعہ کیا۔ بعدازاں آپ نے اپنی ماسٹر اور ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں علم الٰہیات میں مینسیوٹا سکول آف تھیالوجی سے حاصل کیں۔

آپ کی شادی ۱۹۷۱ء میں ہوئی۔ آپ کی تین بیٹیاں اور تین بیٹے ہیں۔ آپ کے سات پوتے اور پوتیاں اور ایک پرپوتی ہے۔

آپ ۱۹۷۵ء سے ۱۹۷۹ء تک بہ طور اسٹنٹ پاسٹر اپنی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ پھر خُدا نے آپ کو بارہ سال کے لیے کلام کے عمیق مطالعہ کے لیے بلا لیا۔ اُس وقت کے دوران آپ نے روحانی جنگ اور شفاعت میں گہرا تجربہ حاصل کیا۔ ۱۹۹۳ء تک آپ اِس مطالعہ میں محو رہے۔

آپ نے اپنی پہلی تین کتابیں ۱۹۷۵ء سے ۱۹۷۹ء کے دوران لکھیں، لیکن آپ کی زیادہ تر کتابیں ۱۹۹۳ کے بعد لکھی گئیں۔ آپ نے ۲۰۰۸ء میں بائبل سکول کا نصاب مرتب کرنے کے لیے بائبل مقدس کی مختلف کتابوں کی تفاسیر کا آغاز کیا۔ یہ منصوبہ ۲۰۲۱ء میں مکمل ہو گیا جب آپ نے یسعیاہ کی کتاب پر اپنی تفسیر مکمل کر لی۔

آپ سو سے زائد کتابیں لکھ چکے ہیں جو کلامِ مقدس کے اُس مکاشفے کے مطابق تعلیم دیتی ہیں جو خُدا

نے آپ پر ظاہر کیا۔ آپ کی کچھ کتابیں پندرہ سے زائد زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہیں۔ آپ بہت سے ممالک میں خُدا کے کلام کی تعلیم دے چکے ہیں جن میں کینیڈا، ہیٹی، ٹرینیڈیڈ۔ فلپائن، نیوزی لینڈ، آسٹریلیا اور جنوبی افریقہ شامل ہیں۔

مترجم کے بارے میں

آپ ۱۹۸۴ء میں گوجرانوالہ کے ایک گاؤں آٹاوہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گورنمنٹ ہائی سکول آٹاوہ سے حاصل کی۔ میٹرک کرنے کے بعد آپ نے پاکستان آرمی کے شعبہ الیکٹریکل مکینیکل انجینئرنگ (EME) میں بہ طور وہیکل مکینک شمولیت اختیار کی۔ پاکستان آرمی میں رہتے ہوئے آپ نے اپنی پیشہ ورانہ خدمات کے ساتھ ساتھ اپنے تعلیمی سفر کو بھی جاری رکھا۔ وہاں رہتے ہوئے آپ نے ایف۔ اے، بی۔ اے، ایم۔ اے (اُردُو، تاریخ)، بی۔ ایڈ اور ایم۔ ایڈ کی ڈگریاں مکمل کیں۔ ۲۰۲۲ء میں آپ نے یونیورسٹی آف سیالکوٹ سے ایم۔ فل (اُردُو) کی ڈگری مکمل کی۔ اکتوبر ۲۰۲۵ء سے آپ نے اِسی یونیورسٹی سے اپنی پی۔ ایچ۔ ڈی (اُردُو) کی ڈگری کا بھی آغاز کر دیا۔

۲۰۰۶ء میں آپ نے اپنے مسیحی تعلیم کے سفر کا آغاز کیا۔ آپ نے پاکستان بائبل کارسپانڈنس سکول سے انگریزی اور اُردُو بائبل کورسز مکمل کیے، پریسبٹیری سکول آف ڈسٹنٹ لرننگ (گوجرانوالہ تھیولا جیکل سیمنری) سے ڈپلومہ آف تھیالوجی، فیتھ تھیولاجیکل سیمنری گوجرانوالہ سے بی۔ ٹی۔ ایچ، ایم۔ ڈیواور ڈاکٹر آف منسٹری کی ڈگریاں مکمل کیں۔

مئی ۲۰۲۰ء میں آپ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے امریکہ کے ایک بائبل کالج نے آپ نے ڈاکٹر آف ڈونٹی کی اعزازی ڈگری سے نوازا۔ آپ فیتھ تھیولاجیکل سیمنری گوجرانولہ میں بہ طور سینئر ایڈوائزر اور تحقیق کی تدریس کے فرائض بھی سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ پچاس سے زائد انگریزی کتب کا اُردُو ترجمہ کر چکے ہیں۔

جون ۲۰۰۵ء میں آپ نے اپنی زندگی خُداوند کو دے دی۔ ۲۰۰۹ء میں آپ کی مخصوصیت پاسٹر کنگ سلے (انگلینڈ) نے کی، اور آپ نے اپنے خدمتی سفر کا آغاز کیا۔

۱۶ اکتوبر ۲۰۰۹ء میں آپ کی شادی اپنی خالہ زاد سے ڈسکہ میں ہوئی۔ خُدا نے آپ کو دو بیٹیوں (جینفر فیاض اور جیسیکا فیاض) اور ایک بیٹے ابرہام یشوع سے نوازا ہے۔

۲۰۱۲ء میں آپ نے ونگ سولز فار کرائسٹ منسٹریز کا آغاز کیا۔ ۲۰۱۵ء میں آپ نے اپنی ملازمت کو خیر باد کہہ کہ کل وقتی خدمت کا فیصلہ کیا۔ اب آپ بائبل اور مسیحی لٹریچر کی مفت تقسیم، سنڈے سکول، فری میڈیکل کیمپ، مسیحی بچیوں کے لیے سلائی کی تربیت اور یتیم بچوں کے لیے مفت تعلیم جیسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

آپ دی گڈ شیپرڈ سکول کے بانی اور پرنسپل ہیں۔ یہاں مسیحی بچوں کو دُنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ ٹھوس بائبلی تعلیم سے بھی لیس کیا جاتا ہے۔ آپ کی زندگی کا مقصد مسیحی بچوں کو رُوحانی اور معاشرتی طور پر اپنے پاؤں پر کھڑا کرنا اور بالغ بنانا ہے۔

ڈاکٹر اسٹیفن ای۔ جونز کی کتاب دو عُہُود عہدِ قدیم اور عہدِ جدید کے باہمی تعلق کو نہایت سنجیدہ اور بائبلی بنیادوں پر واضح کرتی ہے۔ مصنف نے نہایت سادہ مگر عمیق انداز میں یہ مرکزی دعویٰ پیش کیا ہے کہ دونوں عہدوں کا بنیادی فرق شریعت میں نہیں بلکہ اُس وعدے کی بنیاد میں ہے جس پر وہ قائم ہیں۔ پرانا عہد انسان کے وعدے اور اُس کی وفاداری پر مبنی تھا، جب کہ نیا عہد خدا کے اٹل اور کامل وعدے پر اُستوار ہے۔ یوں مصنف قاری کو یہ سمجھانے کی کوشش کرتا ہے کہ انسانی کمزوری کے مقابل خدا کی وفاداری ہی نجات اور تکمیل کی اصل بنیاد ہے۔

ڈاکٹر فنی ایل رشید
فیتھ تھیولاجیکل سیمنری، گوجرانوالہ

یہ کتاب اپنے اندر گہری علمی بصیرت اور فکری گہرائی سموئے ہوئے ہے جو نہ صرف قاری کے علم میں قابلِ قدر اضافہ کرتی ہے بلکہ بائبل مقدس کی تعلیمات کو بہتر طور پر سمجھنے میں بھی راہنمائی اور آسانی فراہم کرتی ہے۔ یہ امر کسی تعارف کا محتاج نہیں کہ ترجمہ محض الفاظ کی تبدیلی کا نام نہیں بلکہ ایک دقیق اور ذمے دارانہ علمی عمل ہے جس میں مترجم کو اصل متن کی روح، مفہوم اور اُس کے پیغام کو پوری دیانت داری کے ساتھ دُوسری زبان میں منتقل کرنا ہوتا ہے۔ مترجم نے اِس ذمے داری کو نہایت تدبر اور علمی بصیرت کے ساتھ نبھایا ہے۔

پادری مجبوب ناز
جنرل سیکرٹری، ونگ سولز فار کرائسٹ منسٹریز

یہ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے نہایت اہم ہے، کیوں کہ اِس میں عہدِ عتیق اور عہدِ جدید کے درمیان فرق، شریعت اور فضل کی حقیقت اور ایمان کے ذریعے راست بازی جیسے مضامین کو براہِ راست بائبلی دلائل کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ مصنف نے نہایت سنجیدہ اور بنیادی موضوع کو اختصار، ترتیب اور دلیل کے ساتھ بیان کیا ہے، جہاں ہر نکتہ بائبلی حوالہ جات سے مضبوط کیا گیا ہے۔ ترجمہ نگار کی یہ صلاحیت قابلِ قدر ہے کہ اُس نے انگریزی متن کے مفہوم کو اُردُو زبان میں اِس خوبی سے منتقل کیا ہے کہ زبان میں روانی اور تسلسل برقرار رکھتے ہوئے مفہوم میں کوئی ابہام پیدا ہونے نہیں دیا اور اصل پیغام اپنی پوری وضاحت کے ساتھ قاری تک پہنچایا ہے۔

سہیل بشیر
اسپیشل ایجوکیشنسٹ، انسپائریشنل اسپیکر، ٹرینر و لائف کوچ

ونگ سولز فار کرائسٹ منسٹریز (رجسٹرڈ)
Col: 3:23
WINNING SOULS FOR CHRIST MINISTRIES
مریم صدیقہ ٹاؤن، چن داقلعہ، گوجرانوالہ 0346-2448983, 0300-7499529